ماهنامه

المرشد

قد افلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

القرآن الكريم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

الله
رسول
محمد

مئی
2008ء

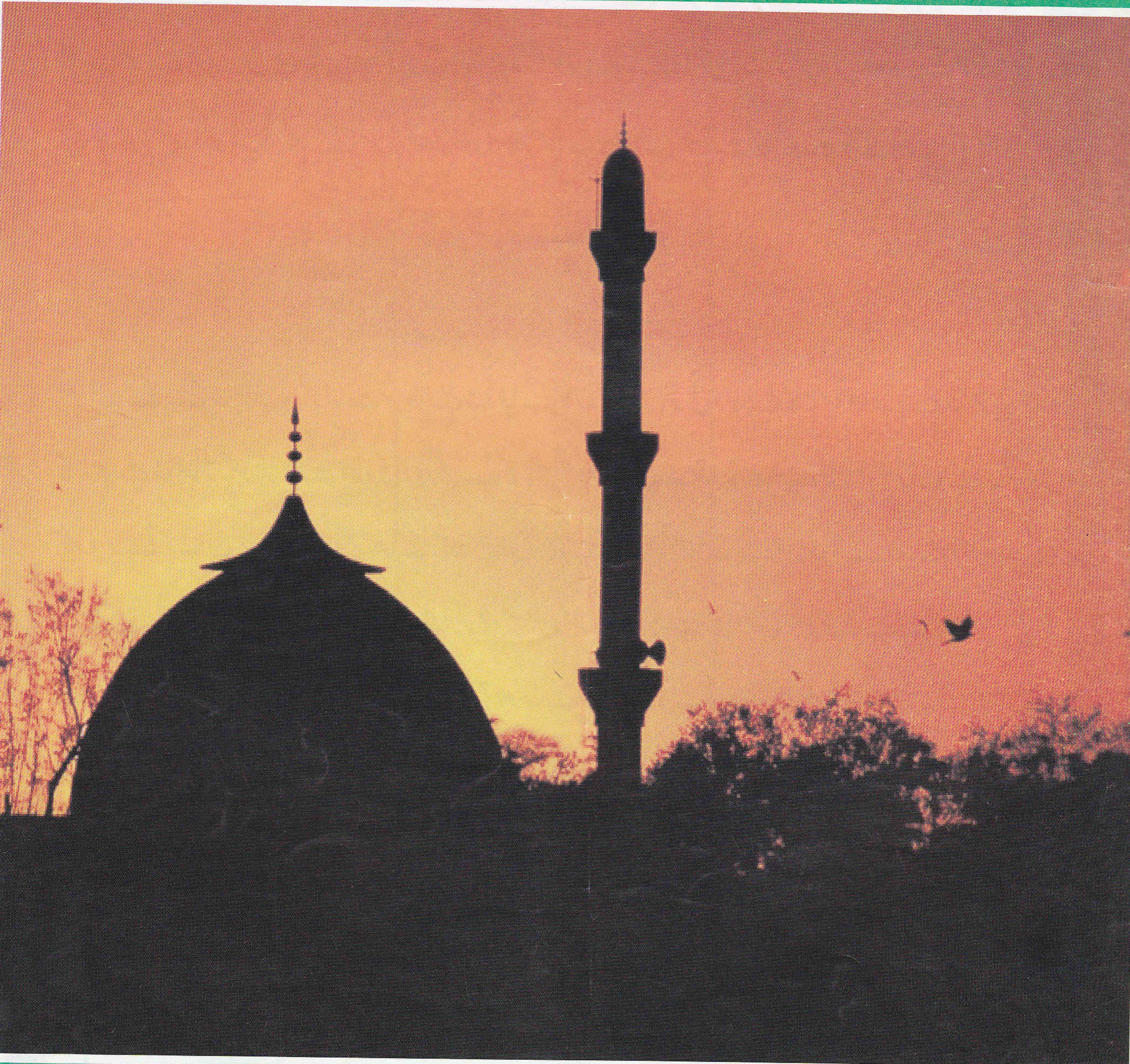

1973ء کے آئین کی اصل صورت میں بحالی سے اسلام نافذ ہو جائے گا' امیر محمد اکرم اعوان

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

سائنسی ترقی کا نتیجہ

پہلی اقوام نے بھی سائنس اور علوم دنیا میں بہت ترقی کی تھی آج کتنے آثار ایسے ملتے ہیں کہ جو کام انہوں نے اس دور میں کر دکھائے انسان آج کی ساری ترقی کے باوجود نہیں کر سکتا۔ ہم نے ان کو بھی سماعت و بصارت دی تھی یعنی کمالاتِ مادی کے حصول کے ذرائع بخشے تھے اور قلب بھی دیا تھا یعنی روحانی کمالات کی استعداد بھی لیکن انہوں نے ان سب سے عظمت الٰہی کو جاننے اور معرفت باری کو حاصل کرنے کا کام نہ لیا صرف دنیاوی نعمتیں مال و دولت یا حکومت و اقتدار کے حصول میں لگے رہے تو ان کمالات کا محض ان کے پاس ہونا ان سے عذاب دور نہ کر سکا ان کے کسی کام نہ آیا اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کی مخالفت کی اور مذاق اڑایا چنانچہ وہ عذاب جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے وہ ان پر واقع ہو گیا اور ان کی تباہی کا باعث بن گیا۔

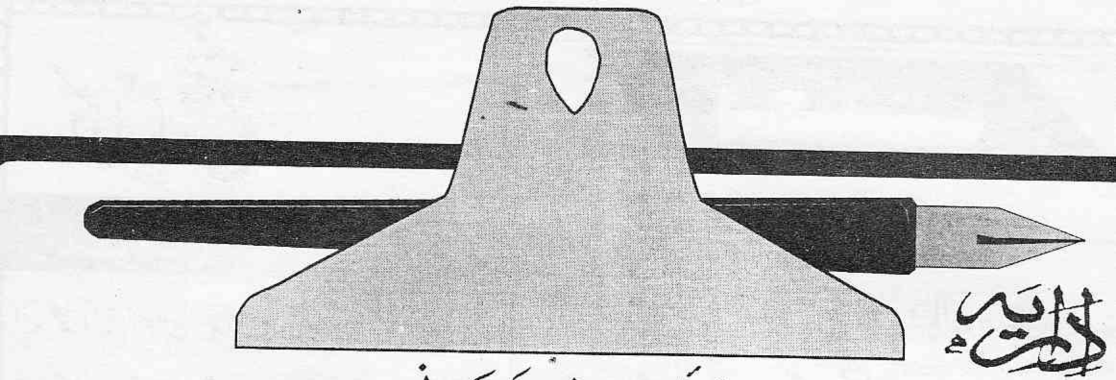

آئین اور قانون کی حکمرانی

وطن عزیز اس وقت مسائل کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ کچھ ایشوز اور مسائل ایسے ہیں جن کا قومی سطح پر بڑا چرچا ہے' ایوان اقتدار سے لے کر گلی محلے تک ہر جگہ ان مسائل پر آزادانہ گفتگو جاری ہے اور ہر شخص اپنی عقل کے مطابق مشورے دے رہا ہے۔ حقیقت پسندی سے اگر تمام صورتحال کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت بڑی واضح نظر آتی ہے کہ نومنتخب حکومت نان ایشوز پر توانائیاں صرف کر رہی ہے اور تاحال حقیقی مسائل اور اصل عوامی ایشوز پر توجہ ہی نہیں دی گئی۔

عامتہ الناس جو ملک میں عام انتخابات کے بعد کسی حد تک پُر امید اور پرسکون نظر آنا شروع ہوئے تھے بتدریج مایوس ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس مایوسی کی ایک بنیادی وجہ تو مسائل کا وہ لامتناعی سلسلہ ہے جو روز بروز دراز ہوتا چلا جا رہا ہے اور دوسری بنیادی وجہ یہ ہے کہ حکومتی اراکین وزراء اور قائدین جس طرح کے بیانات جاری کر رہے ہیں اس سے صاف نظر آتا ہے کہ وہ عوامی مسائل حل کرنے سے قاصر ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ فوری طور پر تمام مسائل کا حل ممکن نہیں لیکن درست سمت میں پیش قدمی بھی بہر حال بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

اس صورتحال میں منطقی طور پر سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے اور اصلاح احوال کے لئے ابتدا کہاں سے کرنی چاہیے؟ ہماری دانست میں موجودہ حکومت کی کامیابی یا ناکامی کا تمام تر انحصار اسی سوال کے صحیح جواب میں پوشیدہ ہے اگر موجودہ حکومت بنیادی مسئلے کا ادراک کر لیتی ہے اور پھر اس کے حل کے لئے مخلصانہ اور دیانتدارانہ کوشش بھی کرتی ہے تو اُمید رکھی جا سکتی ہے کہ موجودہ حکومت ملک کو صحیح سمت اور اصل ٹریک پر لانے میں کامیاب ہو سکے گی۔

پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟ یہ سوال جب امیر محمد اکرم اعوان کے سامنے رکھا گیا تو انہوں نے فرمایا ''پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ یہاں آئین وقانون پر عمل کرنے کا کوئی تصور نہیں ہے۔ آئین شکنی قومی رویہ بن چکا ہے اور اوپر سے لے کر نیچے تک ہر مقام پر قانون کو بے دردی کے ساتھ پامال کیا جا رہا ہے'' انہوں نے مزید وضاحت فرمائی کہ '' قانون غلط ہے یا صحیح' اسلامی ہے یا غیر اسلامی یہ بعد کی بات ہے' بنیادی بات یہ ہے کہ ملک کا قانون جو بھی ہے اُس کا احترام ہونا چاہیے''۔

امیر المکرم نے قومی مرض کی جو تشخیص کی ہے کوئی ذی شعور اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ بلاشبہ آئین وقانون کے حوالے سے ہم بڑے بدقسمت واقع ہوئے ہیں وطن عزیز کی اب تک کی آدھی عمر تو آئین کے بغیر ہی گزر گئی۔ خدا خدا کر کے 1973ء میں ملک کو ایک آئین نصیب ہوا لیکن بدقسمتی سے اول روز سے ہی اس آئین کو توڑنے اور اس میں ترامیم کرنے کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ ہنوز جاری ہے اور پے در پے ترامیم کے ذریعے آئین کا حلیہ بگاڑنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔

موجودہ حکومت تمام تر صورتحال کو سامنے رکھ کر ملک وقوم کے بہترین مفاد میں تمام ترامیم اٹھا کر اگر 1973ء کے آئین کو من وعن نافذ کر دے اور پھر پوری قوم اس آئین کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو جائے تو نہ صرف یہ کہ سب سے بڑا مسئلہ حل ہو جائے گا بلکہ یہ اقدام ملک وقوم کی تقدیر بدل کر رکھ دے گا اور ایک روشن صبح کی ابتدا ہو جائے گی۔ یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ ملک اسلام کے عمل نفاذ کے لئے وجود میں آیا ہے اور نفاذ اسلام اس ملک کا مقدر ہے' بدقسمتی سے دینی قیادت نفاذ اسلام کا نعرہ تو بلند کرتی رہی لیکن اس سلسلے میں کوئی ٹھوس' سنجیدہ اور مخلصانہ کوشش نہیں کی گئی اور بات فقط نعروں تک ہی محدود رہی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں نفاذ اسلام کی عملی صورت کیا ہو گی؟ امیر محمد اکرم اعوان سے جب اس سلسلے میں استفادہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ''1973ء کا آئین تمام ترامیم اٹھا کر اگر من وعن نافذ کر دیا جائے تو سارے کا سارا اسلام بھی نافذ ہو جائے گا''۔ اس صورتحال میں موجودہ حکومت کو چاہیے کہ وہ غیر ضروری ایشوز پر توانائیاں صرف کرنے اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے کی بجائے اگر باہمی اتفاق واتحاد کے ذریعے تمام ترامیم اٹھا کر 1973ء کے آئین کو اصل صورت میں بحال کر کے ملک میں قانون کی حکمرانی قائم کر دے تو یہ ملک وقوم پر احسان ہو گا' آنے والی نسلیں اس اقدام کو یاد رکھیں گی اور اسلام کی وہ جملہ برکات بھی نصیب ہو جا سکیں گی جو ہر دور کے انسان کی ناگزیر ضرورت ہے۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر | نشانِ منزل

کونسی ایسی بات ہوئی ہے | سوچ سمندر

متاعِ فقیر | آس جزیرہ | دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

''میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں' اس کی مجھے خبر نہیں' اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سکھایا کم' سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔''

نعت

مِلی ہیں خوبیاں انسان کو مدینے سے
چرائی پھول نے خوشبو وہاں پسینے سے
چمن میں فکر کے مثل بہار وہ آئے
سجی ہے رونق بزم جہاں قرینے سے
قبورِ جسم میں تھی دفن روح انسانی
نوید زندگی جاوداں مدینے سے
بچھڑ گئے تھے سبھی لوگ ذات سے اپنی
ملی شناخت یہ رب جہاں مدینے سے
ہے تو ہی ہادی برحق' تو رہبر صادق
دکھایا حاصل کون ومکاں مدینے سے
جو دشمنی تھی وہ کافور ہو گئی فوراً
ہوئیں محبتیں ساری رواں مدینے سے
کہاں کرے گا کوئی اب تلاش نعمت کو
کہ بانٹے جاتے ہیں دونوں جہاں مدینے سے
کہیں ٹھہرتا نہیں ہے جو چل نکلتا ہے
بھری بہار کا سیل رواں مدینے سے
درِ حبیب پہ سیماب کو تلاش تو کر
وہ اور جائے گا اُٹھ کر کہاں مدینے سے

اقوالِ شیخ

☆ ......صرف اسلام قبول کر لیناہی کافی نہیں بلکہ ردِ کفر کو مقدم رکھا گیا ہے۔

☆ ......نیکی سے مراد یہ ہے کہ بُرائی کا رد کیا جائے' اسے بُرا سمجھا جائے اگر بُرائی کو قبول کر لیا جائے تو نیکی کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔

☆ ......اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو ضائع کرنا خود اتنا بڑا جرم ہے کہ صرف اس ایک جرم سے گلوخلاصی ممکن نہیں۔

☆ ...... جو بھی روشنی سے نکلتا ہے وہ تاریکی میں ہی جاتا ہے' جو بھی راہ حق سے بھٹکتا ہے وہ گناہ کی دلدل میں داخل ہو جاتا ہے۔

☆ ...... جو انسان تلاش حق میں سرگرداں ہو جائے تو اللہ کریم اُسے محروم نہیں رہنے دیتے۔اس کے لئے ہدایت کے راستے کھول دیتے ہیں۔

☆ ......بعثت عالیؐ سے لے کر قیامت تک زمانہ اور زمانے کا کوئی لمحہ اللہ کی توحید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر سے محروم نہیں رہے گا۔

☆ ......ایمان جب یقین کے درجے میں داخل ہو جائے تو پھر انسان اسلام کی رحمتیں بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

☆ ...... دین دل میں راسخ ہو جائے تو خوشبو کی طرح شخصیت سے پھیلتا ہے اور ہر قدم پر عملی تبلیغ ہوتی رہتی ہے۔

بعثتِ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 21-03-2008

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیمo

بسم اللہ الرحمن الرحیمo

ھوا لذی ارسل رسولہ' بالھُدی ودین الحق لیظھرہ'

علی الدین کلہٖ وکفیٰ باللّٰہ شھیداًo الفتح 28

ربیع الاول کے حوالے سے ملک بھر میں سرکاری سطح پر میلادالنبی ﷺ کے اجتماعات ہو رہے ہیں اور لوگ میلاد کی تقریبات منا رہے ہیں جن میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت اور آپ ﷺ کے معجزات بیان کئے جا رہے ہیں آپ ﷺ کی ذات بابرکات کا تذکرہ باعث برکت ہے لیکن قرآن حکیم میں اللہ کریم جب بھی آپ ﷺ کی ذات کے بارے ارشاد فرماتے ہیں تو تمام مقامات پر بعثتِ عالی ﷺ ہی کی بات ہوتی ہے یعنی قرآن حکیم جب بھی آپ ﷺ کے بارے بات کرتا ہے تو حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کی بات کرتا ہے جیسے فرمایا

لقد من اللہ' علی المومنین اذ بعثُ فیھم رسولاً

ال عمران ۱۶۴

اللہ نے مومنین پر بڑا احسان فرمایا کہ اپنے حبیب ﷺ کو مبعوث فرمایا اللہ کریم نے اس آیت میں حضور ﷺ کی بعثت کو اپنا تعارف بنا کر بیان فرمایا ہے کہ اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو بھیجا آپ ؐ نے کُل انسانیت کے ایک بڑے مسئلے کو ایک لمحے میں حل کر کے رکھ دیا۔ مرحوم و مغفور مولانا حالیؒ فرماتے ہیں۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز ایک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

وہ فرماتے ہیں کائنات میں محقق بھی تھے، فلاسفر، مورخ، دانشور، عالم غرض ہر شعبہ حیات کے بڑے بڑے عالم موجود تھے لیکن یہ بتانے والا کوئی نہ تھا کہ اس کائنات کا مالک کون ہے؟ کیسا ہے؟ یہ مسئلہ کسی بڑے سے بڑے مدبر کی تدبیر سے حل نہ ہو سکا لیکن نبی کریم ﷺ نے اسلام کی بنیاد کلمہ توحید ہی میں اس کا مکمل حل بتا دیا۔ سو قرآن حکیم کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن جب بھی آپ ﷺ کی ذات والاصفات کی بات کرتا ہے تو آپ ﷺ کی بعثت کے حوالے سے کرتا ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے کی حیات مبارکہ کے چالیس برسوں کو بھی جب قرآن شمار کرتا ہے تو نبوت کی دلیل کے طور پر شمار کرتا ہے جیسے فرمایا فقد لبثتَ فیکُم عمراً.
(سورۃ یونس آیت ۱۶) میرے حبیب ﷺ ان سے کہیے میں نے تم میں ایک عمر بسر کی ہے ان چالیس برسوں میں تم کہیں کسی ایک مقام پر بھی انگلی نہیں اٹھا سکتے۔ اگر میں ان تمام برسوں میں صادق اور امین تھا تو چالیس برس سچ بولتے بولتے آج کیسے جھوٹ بولنے لگ گیا (معاذ اللہ) اور پھر جس نے چالیس برس کسی انسان سے جھوٹ نہ کہا ہو وہ کیا اللہ پر جھوٹ باندھ سکتا ہے! تو جاننا چاہیے کہ قرآن کریم نے صرف ولادت باسعادت کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ جبکہ حضور ﷺ کا وجود مبارک رحمت اللعالمین ہے اس لئے کہ رحمت الٰہی کے دو پہلو ہیں جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں موجود ہیں اللہ رحمٰن بھی ہے

رحیم بھی ہے اللہ کریم کی تمام صفات دائمی ہیں لیکن صفت رحمانیت کا ظہور اس دنیا کے ساتھ وابستہ ہے جب یہ ناپائیدار عرصہ دنیا ختم ہو جائے گا' اس صفت کا ظہور بھی ختم ہو جائے گا الرحمٰن عطشان اور فعلان کے وزن پر ہے مثلاً عطشان بہت زیادہ پیاسے کو کہتے ہیں لیکن جب وہ پانی پی لے گا تو اس کی پیاس ختم ہو جائے گی اسی طرح اللہ کریم دنیا میں ہر ایک کے لئے رحمٰن ہیں اللہ نے اُن لوگوں کو بھی اپنی نعمتوں سے نواز رکھا ہے جو اُسے نہیں مانتے وجود انسانی سے لیکر اولاد' مال' قوت واقتدار ہر نعمت عطا کر رکھی ہے یہ اسکی رحمانیت ہے لیکن اگر انہیں ایمان نصیب نہ ہوا اور دم واپسی تک انہوں نے ایمان قبول نہ کیا اور زندگی کی مہلت ختم ہوگئی وہ کفر پر ہی مر گئے تو پھر رحمت الٰہی سے محروم ہو جائیں گے۔ الرحیم اللہ کریم کی صفت ہے جو ہمیشہ ظہور پذیر رہتی ہے اس کا ظہور ہر عالم کے ساتھ وابستہ ہے اللہ کے وہ بندے جو دنیا میں رحمیت سے حصہ پاتے ہیں وہ آخرت میں بھی اللہ کو رحیم پائیں گے۔ اللہ اُن لوگوں کے لئے رحیم ہے جنہوں نے دنیا میں دامن پیغمبر ﷺ کو تھام لیا اب موت بھی اُن کو رحمیت سے الگ نہیں کر سکتی۔ یوں انہوں نے رحمت الٰہی کو ہمیشہ کے لئے پا لیا۔ اللہ کریم اپنی ساری تخلیق کے لئے رحمٰن ہیں اور حضور ﷺ رحمتہ اللعالمین ہیں اور اللہ کی رحمت آپ ﷺ کے وجود عالی کی برکت سے وابستہ ہے کارخانہ قدرت رحمت کے سبب ظہور پذیر ہے لیکن اللہ کریم نے صرف مادی دنیا کی برکات کو محض مادی سطح پر رکھ کر اہمیت نہیں دی بلکہ یہ واضح کر دیا ہے کہ روئے زمین پر جو بستیاں آباد ہیں ان پر سورج طلوع وغروب ہوتا ہے' ہوائیں چلتی اور بارشیں برستی ہیں ' کلیاں مسکاتی اور غنچے چٹکتے ہیں' پھول کھلتے ہیں' پھل لگتے ہیں' میوے لپکتے ہیں' فصلیں بار آور ہوتی ہیں' لوگ زندہ ہیں اولادیں ہوتی ہیں' خوشیاں بٹتی ہیں گلشن ہستی آباد ہے تو یہ سب کچھ محتاج ہے اس بات کا کہ دنیا پر اتباع محمد رسول ﷺ موجود ہے۔ اگر کبھی ایسا وقت آیا کہ ایک فرد بھی حضور ﷺ کا اتباع کرنے والا نہ رہا تو یہ بساط اُلٹ دی جائے گی آسمان وزمین پھٹ کر تہ وبالا ہو جائیں گے سورج بے نور اور ستارے جھڑ جائیں گے ہر جاندار و بے جان فنا کے گھاٹ اُتر جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ یوں اللہ نے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ ساری کائنات رحمانیت کے صدقے میں زندہ ہے لیکن عظمت انسانی صرف رحمانیت سے فائدے حاصل کر کے محض مادی فوائد حاصل کر کے دنیا سے چلے جانے میں نہیں ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ دنیا کی حیثیت اگر مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک ذرہ نہ ملتا۔ اللہ کے نزدیک محض مادی فوائد کا حصول کوئی اہمیت نہیں رکھتا اسی لئے کافر کو دنیاوی نعمتیں اللہ ہی نے دے رکھی ہیں لیکن اللہ کے نزدیک انکی کوئی اہمیت نہیں۔ اللہ کے نزدیک کس بات کی اہمیت ہے؟ صرف اتباع محمد رسول اللہ ﷺ کی اہمیت ہے زمینوں میں آسمانوں میں فضاؤں میں اُس عالم میں اس دار دنیا میں اتباع محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی اہمیت ہے حتیٰ کہ فرمایا ان کنتم تحبون اللّٰه فاتبعونی .

(ال عمران آیت ۳)

جو اللہ کریم سے محبت کرنا چاہتا ہے اُس کے لئے صرف ایک ہی راستہ ہے وہ ہے حضور ﷺ کا اتباع۔

اللہ کریم انسانی دانش کو دعوت فکر دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خلق لکُم ما فی الارض جمعیا تم میں سے ہر ایک کیلئے زمین میں جو کچھ ہے اُسے تمہاری خدمت پر لگا دیا ہے۔ کوئی صاحب دانش ہو' صاحب شعور ہو تو زندگی کی کشاکش میں' بھیڑ بھاڑ میں' مصروفیت دنیا میں بھی کبھی وہ سوچتا ہے کہ اس کا دشمن کون ہے، دوست کون ہے، کس سے اسے فائدہ پہنچتا ہے، کس سے نقصان اور اس سب سوچ

بچار کے باوجود اُسے خیال آتا ہے کہ جب وہ ننھا سا بچہ تھا تو اُسے کس نے اپنی نیند خراب کر کے سلایا کس نے مشقت اٹھا کر پالا کس نے اپنی محنت کی کمائی سے اسے پڑھایا اسکی ضروریات بہم پہنچائیں اُسے جوان کر کے تربیت کر کے کسی قابل بنایا تب اس باشعور پر اپنے والدین کی عظمت آشکار ہوتی ہے وہ اُن سے پیار کرتا ہے اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ محبت اسے انکی اطاعت پر مجبور کرتی ہے اور اسی مقام سے اسکی فکر بلند ہوتی ہے اور انسانی مزاج کو حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد پاک سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے کہ والدین تو خالق نہیں ہیں خالق تو وہ ہے جس نے سب کچھ پیدا فرمادیا جس نے والدین عطا فرمائے جو والدین کا بھی خالق ہے جس نے والدین کے دل میں بچے کے لئے محبت پیدا کی جس نے کائنات کو خدمت پر لگادیا جس نے سورج چاند ستاروں کی توجہ کا مرکز زمین کو بنادیا جن کی توجہ سے پھل پھول اُگتے ہیں بھاپ بنتی ہے بارش برستی ہے سمندروں میں مدو جزر آتے ہیں اور زمین پر کارخانہ قدرت چلتا ہے جو سب صرف انسان کی خدمت پر کمر بستہ رہتا ہے۔ انسانی فکر کو بلند کر کے والدین کے احسانات سے شروع کر کے مالک حقیقی کے احسانات کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو بندے کے دل میں یہ حقیقت گھر کر لیتی ہے کہ اس کا مالک حقیقی تو وہ ہے جس کے احسانات کو بندہ شمار نہیں کر سکتا اس حقیقت سے آشنائی صرف حضور ﷺ پر ایمان لانے اُنؐ سے محبت کرنے اور اُن کا اتباع کرنے ہی سے نصیب ہوتی ہے۔ اس حالت کا تذکرہ قرآن حکیم میں یوں آیا ہے وان تعدوا نعمتہ اللہ لا تحصوھا ۔ اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو تمہاری عمر ختم ہو جائے گی مگر نعمتوں کا شمار ختم نہ ہوگا۔ اگر تم اس طرح سوچو گے تو تمہارے دل میں محبت کا ایک سمندر موجزن ہو جائے گا تم اللہ تک پہنچنا چاہو گے کہ ہر محبت کرنے والے کا تقاضا محبوب تک رسائی ہی ہوتا ہے تو پھر تم ایک کام کرو وہ یہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی اگر تمہیں یہ طلب ہے کہ تمہارے دل میں محبت الٰہی آجائے تو میری غلامی کرلو نظریات سے کردار تک حلال و حرام صلح و جنگ سود و زیاں ہر ایک میں آپ ﷺ کی غلامی کرلو تو پھر اللہ خود تم سے محبت کرنے لگ جائے گا وہ عاشق ہوگا تم معشوق ٹھہرو گے جو جملہ تمہارے منہ سے نکلے گا وسائل قدرت اسے پورا کریں گے تمہاری ذاتی حیثیت خواہ کچھ بھی ہو اتباع رسول اللہ ﷺ اللہ کے نزدیک تمہیں عظمت والا بنادے گی اس بات کی مثال عہد نبوی ﷺ میں جابجا ملتی ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے بعض افراد متمول خاندان سے تھے ایمان لانے کے باعث اہل خاندان نے مقاطعہ کرلیا بعض مالدار تھے پھر غریب ہو گئے ایسے ہی خستہ حال ایک صحابی گزرے نبی کریم ﷺ کی محفل قائم تھی آپ ﷺ نے محفل میں موجود صحابہ کرامؓ سے پوچھا اس شخص کے بارے کیا جانتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کی یہ تو بہت غریب اور سادہ آدمی ہے اسکے لئے رشتہ مانگیں تو شاید اسے کوئی رشتہ بھی نہ دے آپ ﷺ نے فرمایا لیکن یہ ایسا آدمی ہے کہ اگر اللہ کے بھروسے پر اس کے منہ سے کوئی جملہ نکل جائے تو اللہ اسے پورا کر دے گا یعنی لوگ اسکی اہمیت سے واقف ہوں یا نہ ہوں اللہ کے نزدیک اسکی اہمیت یہ ہے کہ اس کے منہ سے نکلی بات اللہ کریم قبول فرما لیتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے ہے کہ یہ ان لوگوں میں شامل ہے جن سے اللہ محبت کرتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو دل وجان سے محمد رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرتے ہیں ویسی زندگی گزارتے ہیں جیسی آپ ﷺ نے گزارنے کی اجازت دی۔ وہ لوگ حضور ﷺ کو اپنی ہر ساعت میں یاد رکھتے ہیں وہ سالانہ میلاد منا کر فارغ نہیں ہو جاتے۔ حضور ﷺ کے بندہ مومن پر وہ احسانات ہیں کہ بندہ مومن اپنی حیات میں خود کو بھول سکتا ہے اپنے نبی ﷺ کو نہیں بھول سکتا

سالانہ یادیں تو انکی منائی جاتی ہیں جو بھول جاتے ہیں یاد تو انہیں کیا جاتا ہے جنہیں بھلایا جا سکتا ہے اور جو کسی کی روح رواں ہو جس کی یاد ہی کے سبب سے حیات ہو اسکی خوشبو تو ہر سانس میں رچی بسی ہوتی ہے اٹھنے بیٹھنے میں چلنے پھرنے میں غلامان محمد رسول اللہ ﷺ کی الگ شان ہے۔ لیکن آج کے مسلمان میں اور آپ ﷺ کے صحابہ میں کس قدر دوری ہوگئی استاذی المکرمؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ کچھ صحابہؓ کو زندگی عطا کر کے زمین پر بھیج دے تو ہم جیسے مسلمانوں کو دیکھ کر وہ کہیں گے کہ انہیں تو اسلام کی ابجد کا بھی پتہ نہیں انکے نظریات وکردار کاروبار ولین دین گفتگو اور معاشرت تہذیب وتمدن کسی میں بھی اسلام نہیں بقول شاعر

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اور یہ عوام ہی نہیں حکمران بھی اسی روش پر ہیں جب ہمارے روشن خیال اور دانشور حکمران کہتے ہیں کہ اسلام کے ضابطے نا قابل عمل ہیں اور اسلامی سزائیں وحشیانہ ہیں تو کس کے دل میں درد اٹھتا ہے کہ اسلام پر عمل کرنے والے اولین لوگ صحابہ کرامؓ تھے اسلامی ضابطے اور اسلامی سزائیں نافذ کرنے والے خلفائے راشدینؓ تھے تو کن کے بارے یہ کہا جا رہا ہے کس کے دین پر یہ پھبتی کسی جا رہی ہے؟ کسی طرف سے کوئی ردعمل آیا؟ عوام تو غربت کی چکی میں پس رہے تھے کسی اور کو خیال آیا میں نے تو اس وقت سٹیج پر بھی کہا تھا اور بار ہا کہا آج بھی کہتا ہوں کہ جو شخص زندگی میں اسلام کو نا قابل عمل اور وحشیانہ سمجھتا ہے وہ مر جائے تو پھر اسے اسلام کے دامن میں کیوں گھسیٹتے ہو پھر اسے اسلامی اصطلاح شہادت اور شہید سے کیوں پکارتے ہو' غسل دینا جنازہ پڑھنا تو اسلام ہے اور مرنے والا اسلام کو قدامت پسندی' اسکے ضابطوں کو وحشیانہ پن اور اسکے قانون کو بیوقوفوں کی نا قابل عمل بات سمجھتا ہے تو اسے اسلام کے ضابطوں میں کیوں گھسیٹتے ہوں اسے روشن خیالی کے مطابق سجاؤ بناؤ' بینہ باجہ بجاؤ اور میت کو زمین میں دفن کرنا بھی اسلام کی رسم ہے اسے اسلام کی رسم سے دور رکھو اسے موجودہ روشن خیالی کی رسم کے مطابق بجلی کی بھٹی میں جلاؤ جس طرح یورپ میں مونسپلٹی مردہ کتے گھوڑے گدھے جمع کرتی رہتی ہے برف خانے میں جمع ہوتے رہتے ہیں وہیں مردہ انسانوں کی لاشیں بھی جمع کی جاتی ہیں جب مقررہ تعداد جمع ہو جائے تو بجلی کی وہ بھٹی جلائی جاتی ہے بس ایک بٹن دباتے ہیں اور ایک لمحے میں ہر چیز خاکستر ہو جاتی ہے اور اندازے سے وہ راکھ لواحقین کو دے دی جاتی ہے کہ یہ اسکے والد کی راکھ ہے اور وہ والدہ کی پھر وہ راکھ بوتلوں میں بھر کر گھروں کی کارنوں پر رکھی جاتی ہے کہ اس بوتل میں فلاں کی خاک ہے اور اس بوتل میں کسی اور کی مشرق بعید میں شعاعوں کے ذریعے اس خاک کو جلا کر ایک نگینے میں تبدیل کر دیتے ہیں اور پھر لواحقین انگوٹھی کی صورت میں انگلی میں ڈال لیتے ہیں کہ یہ کسی کی والدہ ہے اور کسی کا والد اس طرح ان روشن خیالوں کو شہادت اور شہید جیسے قدامت پسند الفاظ میں کیوں گھسیٹتے ہو ان کے بھی نگینے بنواؤ اور پریذیڈنٹ ہاؤس اور پرائم منسٹر ہاؤس کے غسل خانوں میں سجاؤ تا کہ آنے والا صدر اور وزیر اعظم اپنے سے پہلوں کو دیکھ سکے کیا نسبت ہے اس دور کو صحابہؓ کے دور سے۔ اتنے بڑے فاصلے ہیں کہ فاصلوں کی بھی کوئی حد نہیں ان روشن خیالوں کو تو واسطہ ہی نہیں اسلام سے لیکن ان عوام کو کیا کہیے کہ جنہیں اپنے کلمہ گو ہونے کا بھی دعویٰ ہے اپنی مسلمانی کا بھی زعم ہے اور اپنے کردار میں من مانی کرنے کا بھی حوصلہ ہے میلاد بھی مناتے ہیں تو من مانی کرتے ہیں اپنے نبی ﷺ کی یاد کو سالانہ دن پر مقید کر دیتے ہیں اور اس دن بھی اپنے نبی ﷺ سے پوچھ کر کچھ نہیں کرتے سب کچھ اپنے نفس سے پوچھ کر کرتے ہیں

اور اظہار محبت میں بھی گستاخی کے مرتکب ہو کر اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ کی ناراضگی مول لیتے ہیں۔

حضور ﷺ تو وہ ہستی ہیں جس پر دونوں جہان قربان کئے جا سکتے ہیں یہ وہ ہستی ہے جسے قرآن حکیم نے رحمت اللعالمین فرمایا ہے وما ارسلنک الا رحمتہ اللعالمین۔ آپ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اس دنیا کے لئے اُس دنیا کے لئے تحت الثریٰ سے عرش تک اللہ کی ساری مخلوق کے لئے اللہ کی رحمت ہیں یہ وہ ہستی ہے جس کو بھلانا اپنے اعمال کو بھلانا ہے یہ وہ ہستی ہے جس کی یاد ہر فعل میں موجود ہے کہ زبان کھلے تو خیال رہے کہ کہیں حضور ﷺ خفا نہ ہو جائیں، لباس بنواتے وقت ان کا دھیان رہے لین دین وکاروبار میں اُن کی پسند کا خیال رہے تو یوں اتباع رسول ﷺ ساری زندگی کا کام ہے یہ ایسا میلاد ہے جو عمر بھر منایا جاتا ہے ہوش سنبھالنے سے آخری سانس تک ہر ہر لمحہ اور ہر ہر بات میں حضور ﷺ کی پسند کا خیال رکھنا ضروری ہے اس پیغام کو عام کرنے کے لئے آپ ﷺ کی بات کرنے کے لئے ذکر خیر کرنے کے لئے محافل سجائی جاتیں مجالس منعقد کی جائیں ذکر خیر ہو درود وسلام ہو تو بھی کبھی حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ بارگاہ ایسی ادب گاہ ہے جو آسمانوں کے نیچے ہے زمین پر ہے مدینہ منورہ میں ہے روضہ اطہر رسول ﷺ لیکن اسکی نزاکتوں کا یہ عالم ہے کہ عرش عظیم سے بھی نازک تر ہے اس بارگاہ کے آداب کا خیال رکھنا اسکے احترام اور اسکی عظمت کو ملحوظ رکھنا نہایت نازک معاملہ ہے۔

ادب گاہ ہیست زیر آسماں از آشنا رفتد
نفس گم کردہ می آئیند ابوبکر وعمر ایں جاہ

اللہ کریم کو ادب نبوی ﷺ کس درجے کا پسند ہے؟ اس بات کا اندازہ اس حکم سے لگائیں جو اللہ کریم نے قرآن حکیم میں دیا ہے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی...... ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون (الحجرات آیت ۲)

ان آیات کے اولین مخاطب کون تھے؟ آپ ﷺ کے جانثار اور صحبت نبی ﷺ کے فیض یافتہ صحابہ کرامؓ یہ دنیا کے پہلے مسلمان تھے جنہوں نے مظالم کی انتہا دیکھی لیکن خدمت عالی کا حق ادا کرتے ہوئے اپنی جانیں دیں، ہجرت کی، مال گھربار اور جائیدادیں چھوڑ دیں اور رفاقت نبوی ﷺ کو ترجیح دی پھر جہاد فرض ہو گیا تو بدر واحد میں دادِ شجاعت دی شہید ہوئے فیقتلو ویقتلون (التوبہ آیت ۱۱۱) حضور ﷺ کی اطاعت میں لڑ کر مخالفین کو قتل بھی کیا اور خود جانیں دے کر شہید بھی ہوئے ان امتحانات سے گزر کر آپ ﷺ سے اللہ کی رضا مندی کی سند حاصل کی۔ غزوہ بدر میں شامل تین سو تیرہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے حضور ﷺ نے فرمایا جو لوگ بدر میں شامل ہوئے ہیں آج کے بعد وہ جو جی چاہے کریں جنت اُن پر واجب ہو گئی اس حدیث پاک کی شرح میں شارحین حدیث وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اُن پر کوئی پابندی نہیں لگائی بلکہ فرمایا ہے جو جی چاہے کریں تو پھر اس ارشاد عالی کا منشا کیا ہے؟ فرماتے ہیں بدر کے صحابہؓ اللہ کے وہ پسندیدہ بندے ہیں کہ اللہ نے انہیں جنتی ہونے کی سند عطا کر دی تو پھر ان کی پسند ہی وہ بنا دی جو اہل جنت کو سزاوار ہے۔ اس بشارت کے بعد ان کا جی ہی اس بات کو چاہے گا کہ جو اہل جنت کو سزاوار ہے جو اللہ کو پسند ہے اور اس پر آپ ﷺ کا دوسرا ارشاد بھی دلیل ہے آپ ﷺ نے فرمایا میرے بعد اُمت میں کسی کام کے کرنے پر اگر دو مختلف رائے ہو جائیں اور اہل بدر میں سے ایک فرد بھی روئے زمین پر موجود ہو تو بدری صحابیؓ کی رائے پر عمل کیا جائے خواہ باقی ساری امت کی رائے اس سے مختلف ہو اس لئے کہ اللہ کو کثرت مطلوب نہیں اخلاص مطلوب ہے، اہل بدر وہ لوگ ہیں کہ جن کے دل میں بھی حق ہے اور

جن کی زبان پر بھی حق جاری ہوگا یہ کبھی غلط مشورہ نہیں دیں گے' ان لوگوں سے اپنے پسندیدہ بندوں سے بھی جب ادب نبوی ﷺ کی بات کی تو فرمایا یاد رکھو کبھی کسی کی آواز میرے نبی ﷺ کی آواز سے زیادہ بلند نہ ہو بصورت دیگر تمہاری ساری نیکیاں ضائع ہو جائیں گی اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ یہ بات اُن اکابرین سے کہی جا رہی ہے جنہوں نے ہجرتیں کیں جہاد وقتال کیئے جو آسمان ہدایت کے ستارے تھے اور کیا فرمایا جا رہا ہے؟ یہ کہ تمام قربانیاں تمام نیک اعمال تمام عبادتیں تمام نیکیاں ضائع ہو جائیں گی اگر میرے نبی ﷺ کی آواز سے تمہاری آواز بلند ہو گئی خواہ غیر شعوری طور پر بھی ہوئی دل وجان میں قلب وباطن میں ذہن وشعور میں اتنا ادب چاہیے کہ ناداستہ بھی ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ جس بارگاہ کا اللہ نے یہ ادب مقرر کر دیا آج میلاد پڑھنے والے حضور ﷺ پر درود وسلام پڑھنے والے انہیں اپنی محفلوں میں حاضر وناظر بھی سمجھتے ہیں اور پھر انہیں حاضر ناظر جان کر اُن کا ذکر خیر ڈھول باجے بجا کر کرتے ہیں لاؤڈ سپیکر لگا کر میلاد مناتے ہیں یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ ان دو متضاد امور کو کیسے یکجا کر لیتے ہیں؟

اللہ کریم نے اپنے محبوب ﷺ کے بارے فرمایا **ان اللہ وملئکته یصلون علی النبی یا ایها الذین امنوا صلوا علیه وسلمو تسلیماً** o بے شک اللہ اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی کریم ﷺ پر تو اے ایمان والو تم بھی درود وسلام بھیجو نبی کریم ﷺ پر جیسا کہ سلام بھیجنے کا حق ہے لفظ درود درید رسے مشتق ہے اس کے معنی ہیں وہ عمل جس میں کبھی انقطاع نہ آئے ایسا کام جو کبھی ختم نہ ہوتا ہو درود جب اللہ کریم کیطرف سے ہوتا ہے تو اس میں کبھی انقطاع نہیں آتا اللہ جل شانہ' کیطرف سے تجلیات باری مسلسل متوجہ رہتی ہیں ذاتِ پیغمبر ﷺ پر تجلیات باری کی۔ اللہ جل شانہ' کی ذاتی تجلیات کے انوار کی برسات اپنے محبوب نبی کریم ﷺ پر مسلسل رہتی ہے۔ فرشتے ہمہ وقت اللہ کی بارگاہ میں دست بدعا رہتے ہیں کہ حضور ﷺ پر اللہ اپنی رحمتیں نازل فرماتا رہے اور مومنین کے لئے یہ حکم ہے کہ ایسا درود وسلام بھیجو جو بھیجنے کا حق ادا کر دے۔ اس کے دو پہلو ہیں ایک یہ کہ جتنا بس میں ہے اتنی کثرت سے درود شریف پڑھتے رہو اور سلامتی بھیجو حضور ﷺ پر زبان سے درود وسلام کے ذریعے عقائد ونظریات وکردار کو آپ ﷺ کے اتباع میں لا کر عملی طور پر سلامتی بھیجو اور انتہائی ضروری بات جس کی طرف اکثریت کی نظر نہیں جاتی وہ یہ ہے کہ درود وسلام اس طرح بھیجو جس طرح اللہ نے ادب نبوی ﷺ کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا ہے اس ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان ضابطوں کی پابندی کرتے ہوئے درود وسلام بھیجو اپنی من مانی کی کہیں اجازت نہیں۔ اور یہاں یہ حال ہے کہ مسلمانوں نے اپنے نبی ﷺ کے ذکر خیر کو سالانہ جشن میں مقید کر دیا ہے۔ آپ ﷺ تو وہ ہستی ہیں جنکی یاد مسلمان کے ہر فعل میں موجود ہے جن پر درود ہر نماز میں لازم ہے۔ جیسے وضو خود فرض نہیں لیکن جب نماز ادا کرنا ہو تو وضو لازم ہو جاتا ہے جس طرح قبلہ رخ ہونا اور نماز کا وقت ہونا نماز کے لئے لازم ہے اسی طرح نماز میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر درود پڑھنا بھی لازم ہے۔ تشہد کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی اور **السلام علیک ایها النبیُ** کے بغیر بھی نماز پوری نہیں ہوتی درود ابراہیم پڑھے بغیر بھی نماز پوری نہیں ہوتی۔ تو ایسی ہستی کے ذکر خیر کو مومن کے افعال واعمال سے نکال کر سالانہ محفل میلاد میں مقید کر دینا یہ کس مسلمان کو روا ہے؟ سال کی بات کرتے ہو میں کہتا ہوں جس لمحے کسی کو اللہ کے نبی ﷺ کے اتباع کا احساس بھول گیا وہی لمحہ جب اتباع نبوی ﷺ سے ہٹے گا کفر کے اتباع میں گزرے گا اللہ محفوظ رکھے اللہ سب کو ہدایت دے اس بات کو سمجھنے کی توفیق دے کہ

مشتِ غبار کو رسول اللہ ﷺ نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا کہ اُسے ذات باری کے احسانات کا شعور عطا فرما دیا اسے یہ سمجھ آئی کہ اللہ نے اسے کتنا خوبصورت بنایا ہے۔ کتنے کمالات عطا کئے کتنے مہربان والدین دیئے بھائی بہن دیئے اولاد جیسی نعمت دی ان نعمتوں کے احساس تشکر میں اُسے اپنے خالق کی پہچان عطا ہوئی اللہ سے محبت ہوئی اور اسے اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے جنگلوں وادیوں کھائیوں میں سرگرداں ہونے کی ضرورت نہ رہی اس کے لئے اسے آسان ترین راستہ بتایا کہ تم میری غلامی کرلو فاتبعونی میرا اتباع کرلو تو پھر تم سے اللہ خود محبت کرنے لگ جائے گا۔ اللہ تمہاری ناز برداریاں کرے گا تمہارے منہ سے جملے نکلیں گے وہ پورا کرے گا اور تمہارے اشاروں سے اپنی کائنات کی روشیں بدل دے گا یہی مفہوم ہے اس آیت مبارکہ کا فاتبعونی یحببکم اللہ.

یہ بات سیرت نگاروں میں باعث اختلاف ہے کہ ولادت شریفہ نو' گیارہ یا بارہ ربیع الاول کو ہوئی اکابرین کی اکثریت کا اتفاق نو ربیع الاول پر ہے اس بحث سے قطع نظر یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ جو تاریخ ولادت مبارکہ کی ہے وہی تاریخ بعثتِ عالی کی بھی ہے۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ قرآن جب بھی آپ ﷺ کے بارے بات کرتا ہے آپ ﷺ کی بعثت عالی کی بات کرتا ہے۔ قرآن حکیم ان لوگوں کو احکامات وفرامین ارشاد فرماتا ہے جو حضور ﷺ پر ایمان لاتے ہیں اور مومنین ہی کو بعثت عالی کے تقاضوں سے آگاہ کرتا ہے کہ مومنین ہی بعثت عالی کی برکات سے مستفید ہوتے ہیں لیکن آج مسلمان جب بھی بات کرتے ہیں تو ولادت مبارکہ کی کرتے ہیں اس لئے کہ ولادت باسعادت کے ساتھ کوئی حکم نہیں ہے کہ ایسا کرو اور ایسا نہ کرو لیکن جب بات بعثت محمد رسول اللہ ﷺ کی کریں تو زندگی ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ اپنی نہیں رہتی اپنا آپ ختم ہو جاتا ہے اپنی پسند نہیں رہتی اور اتباع رسول ﷺ کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ ہماری عقل عیار نے بھیس بدل کر یہ حیلہ اختیار کرلیا ہے کہ بعثت کو بھول جاؤ صرف ولادت کی بات کرو جس میں لینا دینا کوئی نہیں بس گاؤ بجاؤ کھاؤ پیئو حلوے مانڈے پکاؤ نعتوں کے پر گانے گاؤ شور شرابہ کر کے سارے شہر کو سر پر اٹھا لو۔ ولادت کے نام پر محفلیں سجاؤ اللہ کے نبی ﷺ کے ضابطوں سے ہٹ کر من مانے طریقے ایجاد کرو اور کھا پی کر ایک دوسرے کو نیک و پارسا کہہ کر گھر کو چلے جاؤ۔

کبھی تنہائی میں بیٹھ کر سوچیئے کہ قرآن کریم میں اللہ نے ان لوگوں سے کیا فرمایا ہے جو اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہیں ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یہی کہ میرا اتباع کرلو تم اللہ کے محبوب بن جاؤ گے اللہ سب کو توفیق دے جسے یہ نعمت نصیب ہوئی وہ مقصد حیات پا گیا۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

ضرورت رشتہ

سلسلہ عالیہ کے ساتھی۔

عمر 32 سال
تعلیم گریجوایشن
ذات آرائیں
برسر روزگار (لاہور)

سلسلہ عالیہ سے وابستگی رکھنے والے لاہور کے رہائشی خاندان سے رشتہ درکار ہے۔۔

رابطہ 0345-4412773

مساجد سے انقلاب کیوں نہیں آتا!

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 6-04-2008

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیمo

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیمo

ولو لا دفع اللّٰہ الناس بعضھُم ببعض لھدمت صوامعُ وبیعٌ وصلوٰتٌ ومسجدُ یذ کرُ فیھا اسمُ اللّٰہ کثیراً ولینصرن اللّٰہُ من ینصرُہ ان اللّٰہ تقوی عزیزٌ o

''اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کی) عبادت گاہیں اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کی) عبادت گاہیں اور مساجد جن میں (آج بھی) اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے سب منہدم ہو چکے ہوتے اور اللہ یقیناً اسکی مدد کرے گا جو اس کے دین کی حمایت کرتا ہے بے شک اللہ زبردست ہے اور غلبہ والا ہے۔''

اللہ کا نظام ایسا ہے کہ دنیا میں انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے لئے راہ چُنے۔ اللہ کے دیئے ہوئے اس اختیار کو استعمال کر کے جب بعض لوگ غلط راستے پر پڑ جاتے ہیں تو بہت دور نکل جاتے ہیں اور اللہ سے دور ہو جانے کے باعث اُن کا کردار اتنا بگڑ جاتا ہے کہ وہ اللہ کی زمین پر ظلم برپا کرتے ہیں۔ اس ظلم کے اثرات کو ختم کرنے کے لئے اللہ کریم اپنے نیک بندوں کو مزید توفیق عمل عطا کرتے ہیں ظلم مٹ جاتا ہے حق قائم ہو جاتا ہے پھر مرورِ زمانہ سے حالات بگڑتے ہیں اور اللہ کا نظام کائنات کی بہتری کے اسباب چلاتا رہتا ہے اگر اس طرح سے اللہ اس نظام کو قائم نہ رکھتا تو پھر ہر طرف محض ظلم ہی چھا جاتا اور کوئی گھر باقی نہ بچتا حتیٰ کہ وہ جگہیں بھی قائم نہ رہتیں جہاں اللہ کی عبادت کی جاتی جیسا کہ عیسائیوں یا یہودیوں کے معابد تھے۔ دین موسوی بھی اپنے وقت پر اسلام ہی تھا اور دین عیسوی بھی اپنے وقت پر اسلام تھا اور دونوں ادیان میں خالص اللہ ہی کی عبادت ہوتی تھی اللہ ہی کو یاد کیا جاتا تھا اور خالص اللہ ہی کا ذکر ہوتا تھا لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ یہود و نصاریٰ گمراہی کا شکار ہو گئے دین میں تحریف کر ڈالی دین میں من مانی کر کے احکام الٰہی بدل ڈالے اور پھر حضور ﷺ کی بعثت کے بعد آپ ﷺ پر ایمان نہ لا کر دین سے دور ہو گئے۔ ایک اصولی بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ انسان کو سیدھے راستے پر قائم رکھنے والا صرف اللہ کا دین ہے دین سے دور شخص سے کسی بھی ظلم کی توقع کی جاسکتی ہے اور جاننا چاہئے کہ دین کیا ہے؟ بندے اور اللہ کے درمیان خالص اور ذاتی رشتے کو دین کہتے ہیں۔ اس رشتے کا تقاضا ہے کہ بندہ معبود برحق کی عبادت کرے اور بندہ اپنے رب کے ساتھ اسی نسبت کے باعث اسے یاد کرنا چاہتا ہے اسے ہر لمحہ یاد رکھتا ہے اور جو لوگ اپنے رب رحیم سے دور ہو جاتے ہیں صراط مستقیم سے بھٹکتے ہیں انہیں اُن کا نفس اور انکی انانیت اور ابلیس کا فریب بھٹکاتا ہے خواہشات نفس انہیں رنگین کھلونوں کی طرف لے جاتی ہے لہو ولعب کی طرف لے جاتی ہیں تو اگر اللہ کا یہ دفاعی نظام کارفرما نہ ہوتو پھر کسی کا گھر کیا سلامت رہتا خود اللہ کے گھر سلامت نہ رہتے یعنی وہ گھر جو خالص اللہ کی عبادت کے لئے بنائے گئے تھے خواہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کے معابد تھے یا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے معابد تھے اور

پھر بعثت آقائے نامدار ﷺ پر مساجد وجود میں آئیں جن میں ہر عبادت کی روح اللہ کی یاد بنا کر سمودی گئی جیسا کہ اس ارشاد پاک میں سے **یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا** کہ عبادت گاہ وہ ہے جس میں اس کے اسم ذات کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے یعنی منجملہ دیگر عبادات کے مساجد کی خصوصیت ذکر اسم ذات کی کثرت ہے۔ مساجد میں اذان وصلوۃ اعتکاف رکوع وسجود سب ہوتا ہے لیکن معبد ومسجد کی جان بھی یہ ہے کہ اسم اللہ، اسم ذات کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے۔

آج یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ ہر محلے میں دو، تین مساجد عموماً ہوتی ہیں سڑک پر چندے جمع کرنے کی مہم جاری رہتی ہے اور مساجد تعمیر ہوتی ہیں لیکن ان مساجد کے ذریعے لوگوں کی اصلاح نہیں ہوتی۔ مساجد سے انقلاب کیوں نہیں آتا؟ کیوں کردار صحیح نہیں ہوتے؟ بلکہ مساجد میں بھی اکثر وہ لوگ نظر آتے ہیں جو اگرچہ مسجد کے متولی اور بظاہر اسکی آبادی کا سبب بنے ہوتے ہیں لیکن ان کے اپنے کردار کی اصلاح نہیں ہو پاتی۔ ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ ہے اللہ سے نا آشنائی۔ یہی بات اس آیت میں بتائی جارہی ہے کہ معبد کی بنیاد یہ ہے کہ وہاں **یذکر فیھا اسم اللہ کثیراً** اللہ کے اسم ذات کا ذکر کثرت سے ہوتا ہو۔ ذکر اللہ کی کئی اقسام ہیں نماز بھی ذکر ہے جیسا سورۃ جمعہ میں اللہ کریم نے فرمایا۔ **فاسعوا الی ذکر اللہ** کہ جب جمعہ کے دن اذان کہی جائے تو اللہ کے ذکر کیطرف تیزی سے آؤ پھر اچھی بات کہنا بھی ذکر ہے تلاوت تسبیحات تبلیغ نصیحت حسن اخلاق ادب واحترام سے پیش آنا۔ خوش کلامی مجالس میں حدود وقیود کا خیال رکھنا یہ بھی ذکر الٰہی ہے۔ کوئی عمل کرتے ہوئے یہ یاد رکھنا کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو کیا عمل پسند ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا بھی ذکر اللہ ہی ہے۔ اور یہ بھی ذکر الٰہی ہے کہ بندہ پورے خشوع وخضوع کے ساتھ خالصتاً اللہ کے لئے اپنی پیشانی زمین پر رکھ دے یہ بندے کی وہ حالت ہے جس کے بارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نمازی کے آگے سے مت گزرو **فانہ ینادی ربہ، او کما قال رسول اللہ** ﷺ کہ وہ اپنے رب سے سرگوشیاں کررہا ہے۔ ذکر الٰہی کی ان تمام صورتوں کے باوجود اس آیت میں فرمایا کہ ان عبادات کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں اسم ذات کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے سمجھنا چاہیے کہ اسم ذات کے ذکر کی اس قدر تاکید کیوں ہے؟ اس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ سورۃ مزمل ان سورتوں میں سے ہے جو ابتدائے وحی کے زمانے میں نازل ہوئی اور اس کے مخاطب خود حضور نبی کریم ﷺ ہیں اور فرمایا جارہا ہے واذکرُ اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلاً ○ اپنے پروردگار کے اسم ذات کا ذکر کریں اور اتنی کثرت سے کریں کہ صرف مذکور کی یاد رہ جائے باقی کائنات، دنیا ومافیہا محو ہوجائے۔ مخلوق سے اس طرح لاتعلق ہوجائیں کہ صرف اللہ اللہ ہی رہ جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ دین اللہ اور بندے کے تعلق کا نام ہے اگر اللہ سے تعلق اس درجے کا نہ ہو اور امیدیں غیر اللہ سے وابستہ رہیں تو توقعات مخلوق پر ہوں بندوں کی خوشنودی کے لئے اللہ کی ناراضگی کے کام کئے جائیں احکام الٰہی کو چھوڑ کر مخلوق کی بات مانی جائے اس لئے کہ ان سے کسی نفع کی امید ہو اور کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر یہی شرک ہے کہ غیر اللہ کو نفع پہنچانے والا سمجھ کر اسی سے نفع کی امید لگا بیٹھے اور اسکے نقصان سے بچنے کے لئے اللہ کی اطاعت چھوڑ بیٹھے تو وہی ہستی معبود بن گئی۔ اسی لئے شریعت کا حکم ہے **لا طاعت لمخلوق فی معصیت الخالق** مخلوق میں کوئی ایسا نہیں کہ اللہ کی بات چھوڑ کر اس کی بات مانی جائے۔ تو بندے کو اللہ سے ایسا ذاتی اور مضبوط تعلق چاہیے جسکے ہونے سے بندہ اپنی ہر حرکت وسکون کا محور اللہ کو بنالے اور اپنی تمام امیدیں اسی سے وابستہ کرے اور اسی کو ملجا وماوا سمجھے اسکی نگاہ اللہ کے سوا کسی پر نہ ٹھہرے۔

اس درجے میں اللہ کو کیسے مانا جائے نہ تو اللہ دکھائی دیتا ہے نہ اسکی کوئی

مثال ہے نہ وہ ہماری نگاہوں میں سما سکتا ہے نہ ہمارے فہم ادراک میں آ سکتا ہے ہم مخلوق ہیں ہمارے فہم ادراک اور نگاہ وبصر سب مخلوق ہیں فانی ہیں اللہ خالق ہے اور باقی ہے اگر وہ دائرہ تخلیق میں سما گیا اور مقید ہو گیا تو بھی فانی ہوگا اور یہ خالق کو شایان نہیں۔ یہ تو مخلوق کی صفت ہے مخلوق نیست سے ہست ہوئی' شہود ہوئی اس بود سے پھر نابود ہو جائے گی۔ تو اللہ تو کسی دائرہ تخلیق میں نہیں ہے اور ہم مخلوق ہیں تو پھر ہم کس نسبت سے اُس کے ہو رہیں دنیاوی معاملات میں تو بات مثالوں سے سمجھائی جا سکتی ہے بندے کو کبھی تو خوبصورت سامان اچھے گھر خوبصورت چہرے دکھائی دے جائیں تو وہ ان پر فریفتہ ہو جاتا ہے یا اُسے کوئی تخیل دے دیا جاتا ہے چند خواب دکھائے جاتے ہیں اور وہ ان لذتوں کو حاصل کرنے کے درپے ہو جاتا ہے لیکن اللہ کی ذات وصفات کا نہ ادراک ہو سکتا ہے نہ اسکی کوئی مثال ممکن ہے تو پھر بندہ اس قدر اللہ کا گرویدہ کیسے ہو جائے کہ کائنات میں کسی کی بھی نہ مانے اپنی بھی نہ مانے صرف اللہ کی مانے یہ کیسے ہو؟ ایسا رشتہ قائم ہوتا ہے ذکر اسم ذات سے۔ بندے اور اللہ کے رشتے کا ایک ذریعہ ہے کہ وہ مذکور ہے اور بندہ ذاکر ہے بندے کی زبان اس کے نام کو دہرائے' اتنا دہرائے کہ دل میں دل کی دھڑکنوں میں' سانسوں میں' وجود کے انگ انگ میں ایک ایک ذریعے میں اس کی یاد رچ بس جائے اور بدن کا ذرہ ذرہ اللہ اللہ کرنے لگ جائے۔ چونکہ بندے اور اللہ کے تعلق کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے ذکر اسم ذات اس لئے اپنے حبیب ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ **واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا**۔ حضور ﷺ وہ ہستی ہیں کہ کل انسانیت کو تمام نعمتیں صرف حضور ﷺ کے ذریعے ملیں ہم نے قرآن کہاں سے حاصل کیا' نمازیں' روزے کہاں سے نصیب ہوئے عیدین ہمیں کس نے سکھائیں' تکبیر' رکوع وسجود سے کس نے آشنا کیا؟ صرف محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ تمام احسانات صرف آپ ﷺ کی وساطت سے ساری کائنات اور کل عالم انسانیت کو نصیب ہوئے تو ذکر اسم ذات کی اہمیت کا اندازہ لگائیں کہ خود اس ہستی کو فرمایا جا رہا ہے کہ **واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا** تو اب سمجھ آتی ہے کہ آج ہماری مساجد سے لوگوں کی اصلاح کیوں نہیں ہو رہی حالانکہ مساجد میں اذان' باجماعت نماز' اشراق' چاشت' نوافل پڑھے جاتے ہیں روزے رکھتے ہیں' اعتکاف بیٹھتے ہیں پھر سمجھ آتی ہے کہ اب مساجد میں بھی ایک چیز چھٹ رہی ہے جو مساجد کی خصوصی خصوصیت تھی یعنی **یذکر فیھا اسم اللہ کثیراً** یہ وہ واحد راستہ ہے جس کے ذریعے بندے اور اللہ کے درمیان رشتہ قائم ہوتا ہے اور مساجد ومعابد اسی لئے ہوتے ہیں کہ ان میں کثرت سے اللہ کا ذکر ہو اور بندوں کا اللہ سے رشتہ استوار ہو لیکن آج اتنی مساجد بن گئی ہیں اور ان کا ماحصل تو کچھ بھی نہیں۔ مساجد میں سارے کام ہو رہے ہیں لیکن ذکر اسم ذات چھوٹ گیا ہے جب ذکر اسم ذات چھوٹتا ہے تو عبادتیں رسم بن جاتی ہیں اُن میں وہ روح نہیں رہتی وہ جان نہیں رہتی جو لوگوں کے کردار بدل دے۔ ایسی نمازیں خانہ پُری کے درجے تک رہتی ہیں آدھے اعضاء گیلے آدھے سوکھے رہیں اس عجلت میں وضو کیا جاتا ہے اور اس سے زیادہ تیزی سے نماز ادا کی جاتی ہے گویا کوئی بوجھ تھا جو ادا کرنا ضروری تھا۔ عبادت کیوں عبادت نہ رہی کلمہ اور نماز پڑھ کر بھی اللہ سے رشتہ کیوں نہ بنا؟ کیا کمی رہ گئی؟ ذکر اسم ذات چھوٹ گیا دل کو جو نسبت بارگاہ الٰہی سے ہونی چاہیئے تھی وہ چھوٹ گئی طلب الٰہی کی لذت نہ رہی۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

یہ لذت آشنائی کیسے حاصل ہو؟ اس کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ وہی ہے جو اللہ نے بتایا اللہ کے حبیب ﷺ نے بتایا وہ راستہ ہے اللہ کے

ذاتی نام کا کثرت سے ذکر کرنا۔ اللہ ہمارے مدارس اور مساجد کو آباد رکھے اور جو کمی ہے اسے دور کرنے کی توفیق دے لیکن یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جو نتائج مساجد اور مدارس سے آنے چاہیے تھے۔ وہ نتائج بہر حال نہیں آ رہے خود مساجد میں لوگوں کو قتل کیا جا رہا ہے مساجد کی اپنی چیزیں چرائی جا رہی ہیں تو شہر کو یا قوم کو مسجد کے طفیل کیا امن نصیب ہوگا۔ باوجود اس کے کہ اذانیں ہو رہی ہیں درس و تدریس جاری ہے صلوٰۃ و نوافل ادا ہو رہے ہیں تو پھر وہ نتیجہ کیوں نہیں نکل رہا۔ آج سے اگر پچاس ساٹھ سال پہلے ایک صدی پہلے تک کے مدارس اور مساجد کو دیکھیں اور انکی کارکردگی اور اس کے نتائج دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ بڑے بڑے علماء جب تعلیم سے فراغت پا لیتے تو کسی نہ کسی خانقاہ میں فروکش ہوتے اہل اللہ کی خدمت میں وقت لگاتے محبت الٰہی اور عشق رسول ﷺ کی دولت سے سرفراز ہوتے اور پھر مدارس و مساجد کی مسند درس و تدریس سنبھالتے۔ اہل اللہ کا نصاب شروع ہی ذکر اسم ذات سے ہوتا ہے وہ ذکر اسم ذات کرواتے باہر نکلنے کی اجازت نہ دیتے قلب و باطن کا میل ذکر اسم ذات سے چھٹتا استعداد حاصل ہوتی تو اجازت ملتی کہ میدان عمل میں جاؤ اس طرح مساجد سے مطلوبہ نتائج برآمد ہوتے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ دینی علوم کی تکمیل کر کے دینی یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل افراد نہ اپنا تزکیہ باطن کرتے ہیں نہ اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں بلکہ ذکر اسم ذات کی تصفیہ باطن کی تزکیہ، تصوف کی تردید کرتے نظر آتے ہیں اس شعبے کی اہمیت کو نہ ماننے سے اس رویے کی ابتدا ہوئی اور اب اسکی تردید تک بات آ پہنچی ہے تو جب اس کا رد ہی کیا جائے گا تو اس کا اہتمام کب ہوگا۔ بحیثیت قوم اُمت سے جب سے ذکر اسم ذات کا اہتمام چھوٹا ہے تب سے وہ برکات بھی ہمیں مسجد سے نصیب نہیں ہو رہیں کہ اسلام میں مسجد ہی ایک ادارہ ہے جہاں انسانوں کے قلوب روشن ہوتے ہیں کردار سازی ہوتی ہے میدان عمل کے شہسوار تیار ہوتے ہیں جو زندگی کے ہر شعبے میں احکامات الٰہی کو نافذ کرتے نظر آتے ہیں صلوٰۃ کے وقت نمازی عدل کے وقت قاضی معیشت کے میدان میں اسلامی نظام معیشت کو چلانے والے اور حکومت و سیاست میں خلافت کا حق ادا کرنے والے نظر آتے ہیں لیکن اللہ کا ذکر چھوٹا اللہ سے رشتہ چھوٹا تو کیا نتیجہ نکلا؟ پارلیمنٹ میں ایوان اقتدار میں چوروں اور لٹیروں کے گروہ قابض ہیں ایک گروہ کے جرائم پر حکومتی ادارے پیش قدمی کرتے ہوئے اسے نااہل قرار دے دیتے ہیں کچھ ملک چھوڑ کر چلے جاتے ہیں پھر آ جاتے ہیں اور پھر حکومتی ادارے اُن کے مقدمے واپس لیکر انہیں بری کرا دیتے ہیں دوسرا گروہ قابض ہو جاتا ہے جو جیل سے نکلتا ہے اور سیدھا ایوان اقتدار پر جا بیٹھتا ہے پچھلے ساٹھ سالوں سے انہی چوروں لٹیروں کی آپس کی ساز باز سے یہی کھیل بار بار کھیلا جاتا ہے اور بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اب تو کوئی ایسا وزیر بھی نہیں ملتا جو ضمانت پر رہا نہ ہوا ہو۔ ایسا اتحاد ہے ان لٹیروں کا آپس میں اُن کا نقطہ اتحاد کیا ہے؟ ان کے اتحاد کی وجہ ہے دولت دنیا، دولت اقتدار، قوم کا سرمایہ، قومی خزانہ اور ذاتی مفادات۔ یہ سب کچھ موجود ہے اور انہیں اس کے موجود ہونے کا احساس بھی ہے اور ہم جو شریف لوگ کہلاتے ہیں ہمارا نقطہ اتحاد ہے للّٰہیت اللہ سے رشتہ، اللہ کی یاد اللہ کا ذکر جیسے ہم کھو چکے ہیں جب ذکر الٰہی گیا، ذکر اسم ذات گیا تو عبادات رسومات بن گئیں۔

مساجد کی خصوصیت تھی یذکر فیھا اسم اللّٰہ کثیراً اس میں اس ذات کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے خود عہد نبوی ﷺ میں صحابہ کرام ؓ مسجد نبوی میں حلقے بنا کر بیٹھ کر ذکر الٰہی کیا کرتے تھے اور جب حضور ﷺ پر یہ آیت مبارک نازل ہوئی واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ، تو آپ ﷺ حجرہ مبارک سے

باہر تشریف لائے دیکھا کہ ایک طرف صحابہ کرام مسائل پر گفتگو فرما رہے تھے اور دوسری طرف کچھ صحابہ حلقہ بنا کر اسم ذات کا ذکر کر رہے تھے آپ ﷺ حلقہ ذکر میں جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ مجھے جن لوگوں کیس اتھ رہنے کا حکم عطا فرمایا وہیں ایسے لوگ بھی عطا فرمائے۔ تو ذکر اسم ذات کی اصل آپ ﷺ کی سنت ہے قرآن کریم کا حکم ہے۔ عہد نبوی میں مسجد نبوی میں صحابہ کرام اللہ کو اسکے نام سے یاد کرتے رہے ذکر اسم ذات پر عمل عہد نبوی ﷺ میں ہوتا رہا ہے اسے اہم اور ضروری سمجھا گیا اور اس ضروری کام کو ہم چھوڑ دیں گے تو ہمارا کیا ہوگا؟ وہی ہوگا جو آج ہو رہا ہے لیکن ذکر کو فتح و شکست ہار اور جیت کا مسئلہ بنا لیا گیا ہے گویا ذکر اسم ذات کا انکار کر کے ہی فتح حاصل ہوگی بہر حال اسکی تردید کریں گے تا کہ جیت ہو۔ لیکن یہ معاملہ ہار جیت کا نہیں ہے یہ ہماری بقاء کا معاملہ ہے ہمارے ایمان کی حیات کا معاملہ ہے اللہ کریم سے ہمارے دل کے تعلق کی بات ہے اس لئے کہ اللہ کو دیکھا نہیں جا سکتا اللہ کو کسی مثال کے ذریعے جانا نہیں جا سکتا صرف ایک راستہ ہے اس کے ذاتی نام اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جائے تو وہ کیفیات در آئیں گی کہ بندہ جس ذات کو دیکھ نہیں سکتا اُسے سمجھ رہا ہوگا اس کے ساتھ اپنے تعلق کو زندہ رکھے گا اسکی پسند اور ناپسند کا خیال رکھے گا اس سے پوچھ پوچھ کر زندگی گزارے گا۔ لہذا ضروری ہے کہ ذکر کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت نکالا جائے ذکر پر پوری توجہ دی جائے ذکر اللہ اور ذات باری سے تعلق یہ تمام افعال کی روح ہے روح جسقدر مضبوط ہوگی اتنی ہی قوت اور صلاحیت بندے کے افعال و کردار، رکوع وسجود، گھریلو معاملات، حکومتی، سیاسی، سماجی، معاشی تمام معاملات میں صلاحیت آتی جائے گی اتباع رسالت ہوتا جائے گا برکات نبوت در آتی جائیں گی اور زندگی کا ہر کام عبادت بنتا چلا جائے گا تو ذکر اسم ذات کا اہتمام اگر خلوص اور پوری محنت سے کیا جائے تو پھر ایک ایسی قوم تیار ہوگی جو ظلم کا مقابلہ کرے گی جو مساجد کو برباد ہونے سے بچائے گی جو عدالتوں میں انصاف دلائے گی جو معاشی نظام کو حلال اور پاکیزہ خطوط پر استوار کرے گی اور یہ قوم محض نعروں سے یا محض تنظیم سازی سے یا افراد اکٹھے کرنے سے تیار نہیں ہوگی اسکی بنیاد ذکر اسم ذات سے ذاکر لوگوں کو جن کا تعلق اللہ کریم سے خلوص پر استوار ہوگا انہیں اللہ قوت بنائے گا جو حق وانصاف قائم کریں گے۔ سو کرنے کا کام یہ ہے کہ ہم سوچیں کہ چوبیس گھنٹوں میں ہم نے ذکر اسم ذات کو کتنا وقت دیا صبح وشام دونوں وقت پر بیٹھ کر متوجہ الی اللہ ہونے کا طریقہ کار جیسے ہم معمول کہتے ہیں اسے تو ہمیں ہر حال میں کرنا ہی ہے معمول کا مطلب ہے وہ کام جو مقررہ وقت پر ضروری کیا جائے لیکن ہمیں تو اپنے اکثر لمحات کو اسم ذات کے ذکر سے روشن کرنا ہے لہذا جب نماز ادا کر لیں تو پانچ منٹ میں یا سات آرام سے بغیر شور کئے اپنے دل کی یاد تازہ کر لیں دوپہر کو آرام کے لئے لیٹیں تو بھی دو چار ضربیں لگا لیں کام کر رہے ہوں دکانداری میں مصروف ہوں یا کاشتکاری میں کمپیوٹر پر کام کر رہے ہیں یا دفتر میں مزدوری کر رہے ہو یا تجارت جب بھی ستانے کے لئے چند لمحے نکالیں، پانی پینے کے لئے بیٹھیں تو صرف پانی ہی نہ پئیں دل میں دو چار ضربیں اللہ اللہ کی بھی لگا لیں اپنی زندگی کے امور کے ساتھ وابستہ کر لیں۔ صبح وشام کے اوقات میں مشائخ توجہ دیتے ہیں اس طرح ہم سبق سیکھنے کے لئے بیٹھتے ہیں لیکن اپنی محنت تو ہم اپنے اپنے اوقات میں کریں اگر سبق پڑھنے کے اوقات صبح وشام ہیں تو سبق یاد کرنے کے اوقات بھی ہونے چاہیں اللہ کریم آپ سب کو کثرت سے اسم ذات کا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے دلوں کو منور فرمائے اس کا طریقہ یہ ہے کہ دن کے اکثر اوقات میں ہر کام کے ساتھ ذکر اسم ذات کو بھی شامل کر لیں تا کہ برکات الٰہی نصیب ہوں ہمیں ایسا کردار نصیب ہو کہ حق وانصاف کا بول بالا ہو جائے۔ امین

قربِ الٰہی کا راستہ

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 12-08-2008

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیمo

بسم اللہ الرحمن الرحیمo

ارشادِ باری تعالیٰ ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ایسے لوگ جو میرے قرب کی تلاش کرتے ہیں اس میں محنت و مجاہدہ کرتے ہیں میں انکے لئے اپنی طرف آنے کے کئی راستہ کھول دیتا ہوں انہیں کئی راستے دکھا دیتا ہوں۔

اللہ کریم نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اُسے یہ شرف اس لئے نصیب ہے کہ صرف انسان وہ واحد مخلوق ہے جسے اللہ کی ذات کی معرفت کی استعداد دی گئی ہے اسی لئے نبوت و رسالت صرف انسانوں میں ہے کسی دوسری مخلوق میں نبوت و رسالت نہیں انسان کا مقصدِ حیات معرفتِ الٰہی ہے اور ذریعہ حیات امورِ دنیا ہے زندگی کو باقی رکھنے اور زندہ رہنے کے لئے اسے امورِ دنیا انجام دینے پڑتے ہیں روزی کمانا' صحت کا خیال رکھنا' برادری رشتہ داری نبھانا' دوستی دشمنی پالنا یہ سب امور انجام دینے پڑتے ہیں اس لئے کہ یہی کام وہ ذرائع ہیں جن سے بندہ زندہ رہتا ہے۔ لیکن زندہ رہ کر اسے کیا کرنا ہے؟ آخر زندگی کا کوئی مقصد تو ہے۔ زندگی کا مقصد تلاشِ حق ہے زندگی وصالِ حق کے لئے ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ انسان دنیا کی رنگینیوں میں کھو کر دنیا کی زندگی کو اور حصولِ دنیا ہی کو مقصد بنا بیٹھا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ وہ بہت سا سرمایہ جمع کر لے دولت مند ہو جائے وہ صاحبِ اقتدار ہو جائے وہ بچوں کے لئے فلاں جائیداد چھوڑ جائے تو یہ کام بقائے حیات کے لئے ضروری ہیں لیکن انہیں ہی مقصدِ حیات بنا لینا یہ انسان کے بلند مقام کو شایان نہیں اس لئے کہ بقائے حیات کے یہ کام صرف انسان ہی نہیں کرتا ہر جاندار کرتا ہے اور یہ جانوروں کے فرائضِ زندگی ہیں جو وہ اپنی حیثیت کے مطابق انجام دے رہے ہیں اور جب انسان دنیا کو مقصدِ حیات بنا کر طلبِ الٰہی کے مقام سے گرتا ہے تو اس کے بارے ارشاد ہوتا ہے اولٰئک کالانعام بل ھُم اضل (سورہ الفرقان آیت ۴۴) یہ لوگ انسانی درجے سے گرے اور جانوروں کی طرح ہو گئے بلکہ جانوروں سے بھی نیچے گر گئے جانوروں سے نیچے اس لئے چلے گئے کہ جانوروں میں تو معرفتِ حق کی وہ استعداد نہیں جو انسانوں کو دی گئی ہے جانوروں کو تو صرف زندہ رہنے کا شعور دیا گیا ہے ان میں تو تلاشِ حق کی استعداد ہی نہیں اور انسان نے یہ شعور رکھتے ہوئے جانوروں کی زندگی اختیار کر لی اور انسان بھی صرف بقائے حیات کے کاموں کو ہی مقصدِ حیات بنا بیٹھا تو اس نے جانوروں کی زندگی اختیار کر لی اور وہ جانوروں سے بھی بدتر ہو گیا۔

اللہ کی دی ہوئی عظمت کو ضائع کرنا خود اتنا بڑا جرم ہے کہ صرف اس ایک جرم سے گلوخلاصی ممکن نہیں اور دوسری اصولی بات یہ ہے کہ جو بھی روشنی سے نکلتا ہے وہ تاریکی میں ہی جاتا ہے راہِ حق سے بھٹکتا ہے تو گناہ کی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے یعنی یہ ایک جرم ہی کافی تھا کہ انسان نے انسانی عظمت کھو دی اللہ کو پہچاننے کی استعداد ضائع کر دی اور

جانوروں جیسا ہو گیا لیکن پھر وہ وہاں رُکتا نہیں پھر وہ حیوانوں سے بھی نیچے چلا جاتا ہے اور یوں انسانی زندگی سے قطع ہونا اسکی ہمیشہ کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔

یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ انسان کو یہ احساس رہے کہ اسے دنیا میں کیا کر کے جانا ہے۔ اگر ہم تنہا ہو کر یکسو ہو کر سوچیں کہ میں نے انسان ہونے کا حق کہاں تک ادا کیا ہے؟ کیا میں نے تلاش حق کے جذبے کو زندہ کر لیا ہے؟ کیا میں اس راستے پر دو چار قدم چل سکا ہوں کیا میں نے بنی آدم میں سے چند افراد کو یاددہانی کروائی ہے کہ انکی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ اور وہ کیا کر رہے ہیں؟ اگر ہم تنہا بیٹھ کر سوچیں اور اپنے حالات میں یہی سمجھ آئے کہ ہم نے بڑی محنت کر کے پیسے کمائے' بچے پالے اور بس تو پھر صرف یہی کام تو چڑیا بھی کرتی ہے گیدڑ اور شیر بھی کرتا ہے ہر جانور اپنے بچے پالتا ہے انکے لئے ٹھکانہ بناتا ہے انکے لئے غذا کا اہتمام کرتا ہے تو جو کام ایک جانور ایک پرندہ ایک درندہ کرتا ہے اللہ کی ساری مخلوق کرتی ہے انسان بھی بس اسی کام پر خوش ہے کہ یہی کر کے اس نے بڑی کامیاب زندگی گزار دی تو وہ خود فریبی میں مبتلا ہے وہ اپنے آپ کے ساتھ دھوکہ کر رہا ہے وہ انسانی زندگی میں داخل ہی نہیں ہوا اور عرصہ محشر میں جب جواب دینا ہوگا تو صرف یہی ایک سوال کہ میں نے تمہیں کیا استعداد دی تھی اور تم کیا کر کے آئے ہو تو اس ایک سوال کا بندے کے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا صرف حیوانی سطح پر گزاری ہوئی زندگی کا اس کے پاس کوئی جواز نہیں ہوگا۔

اس سے اگلا قدم گناہ کی دلدل کی طرف اٹھتا ہے جو بھی جادہ حق سے ہٹتا ہے جو اس شعور سے بیگانہ ہوتا ہے جو مقصد حیات سے بھٹکتا ہے وہ یقیناً گناہ کی دلدل میں دھنس جاتا ہے درمیان میں کوئی جگہ نہیں ہے یا نور ہے یا ظلمت یا حزب اللہ ہے یا حزب الشیطان۔ لیکن اگر بندے کو اللہ کی طلب کا شعور پیدا ہو جائے اگر اس کا شعور زندگی ہو جائے اور وہ تلاش حق میں سرگرداں ہو جائے تو اللہ کریم کرم فرماتا ہے اور اسے محروم نہیں رہنے دیتا اس کے لئے ہدایت کے راستے کھول دیتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی ایسے لوگ گزرے ہیں حضرت عیسیٰؑ کے رفع آسمانی سے لیکر بعثت آقائے نامدار ﷺ تک پانچ سو سال کا زمانہ ''عہد فترت'' کہلاتا ہے جس میں وحی الٰہی منقطع رہی اور اللہ کا کوئی نبیؑ زمین پر نہیں تھا۔ اس زمانے میں بھی لوگوں میں تلاش حق کا جذبہ رہا اور ایسے لوگ تاریخ میں ملتے ہیں جو انسانی فطرت پر قائم رہے جو بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے یہ دین نہیں ہے یہ بت یہ پتھر اس قابل نہیں ہیں کہ انکی عبادت کریں ان کی پرستش کریں لیکن وہ کون ہے جو لائق پرستش ہے جو یہ نظام ہستی چلا رہا ہے؟ وہ کیسا ہے؟ اسکی ذات کیسی ہے؟ اسکی صفات کیسی ہیں؟ انہیں یہ سب کچھ بتانے والا کوئی نہ تھا لیکن انہیں اس ذات کے ہونے کا یقین تھا انہیں یقین تھا کہ ایسا کوئی ہے کوئی ایک ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ مظاہر فطرت کو دیکھ کر قادر مطلق کی عظمت کا اندازہ لگا لینا ہی اس زمانے کا اسلام تھا یہی ایمان تھا اس ایک ذات کی طلب ہی ایمان و اسلام تھا حضور ﷺ کے ان لوگوں کے بارے ارشادات موجود ہیں کہ اللہ انہیں آخرت میں بڑے بڑے اولیاء اللہ کے درجات عطا فرمائے گا اس لئے کہ وہ تلاش حق میں عمر بسر کر گئے۔

بعثت نبوی ﷺ کا سورج طلوع ہوا جو تب سے لیکر اب تک اور اب سے لیکر قیامت تک طلوع رہے گا زمانہ اور زمانے کا کوئی وقت اللہ کی توحید اور حضور ﷺ کے ذکر خیر سے محروم نہیں رہے گا جیسا کہ اللہ نے فرمایا **ورفعنا لک ذکرک**. ہم نے آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کر دیا۔ اللہ نے اذان کو روئے زمین پر اس طرح بلند کیا ہے کہ ہر لحہ کہیں نہ کہیں **اشھدُ ان لا الہ الا للّٰہ اشھدُ ان محمد رسول اللّٰہ** کی صدا بلند ہو رہی ہے اور کوئی فضا عظمت الٰہی اور صداقت رسالت

اور عظمت رسالت کے نعروں سے خالی نہیں رہتی۔ ایک حصہ زمین پر فجر ہوتی ہے اور وقت کی تقسیم کے مطابق دوسرے علاقے میں بھی اذان فجر دی جاتی ہے یوں پانچ اذانیں فضائے بسیط میں کہی جاتی ہیں کیونکہ ہر نماز کا وقت کہیں نہ کہیں آ رہا ہوتا ہے روئے زمین کے گرد کہیں نہ کہیں یہ نعرہ مستانہ بلند ہوتا رہتا ہے کوئی علاقہ ان اذانوں سے خالی نہیں رہتا۔ اللہ تو اپنی رحمت کو بندوں پر یوں عام رکھتا ہے اور انسان کی بدنصیبی یہ ہے کہ وہ اپنی کوتاہ نظری سے دنیا کی رنگینی میں کھو جاتا ہے ہر شخص نے خوش رہنے کا اپنا معیار بنا رکھا ہے جس کے پاس جو نعمت کم ہے یا نہیں ہے اسی کے حصول پر اس کی خوشیوں کا دارومدار ہے حالانکہ اگر وہ نعمت اسے مل جائے تو کسی اور کی تمنا اسے بے چین کئے رکھے گی۔ کچھ نے اچھے گھر بنانے دولت مند ہونے بچوں کی تعلیم ہی کو کامیاب زندگی کا معیار بنا رکھا ہے حالانکہ یہ سب کام ضروری ہیں کرنا احسن کام ہے لیکن جس نے انہیں مقصد حیات سمجھ لیا اس نے انسانی زندگی کو مس کیا ہی نہیں اس نے معیار انسانیت کی طرف توجہ ہی نہیں کی یہ سب سے بڑی بدنصیبی ہے اور سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ اللہ یہ احساس زندہ کر دے' بندہ اسکے لئے کوشش اور مجاہدہ کرے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا والذین جاھدوا فینا جو لوگ میری ذات کے قرب کے لئے وصال کے لئے مجاہدہ کرتے ہیں لنھدینھم سبلنا ان کے لئے میں اپنے راستے کھول دیتا ہوں۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جن لوگوں میں تلاش حق کا جذبہ پیدا ہو جائے انہیں اللہ کریم ایسے لوگوں کی خدمت میں لے جاتا ہے ایسی محفلوں میں لے جاتا ہے جہاں انکے اس جذبے کی تسکین کا سامان فراہم ہوتا ہے نیک صحبت ہے ہی وہ جہاں اللہ یاد آئے جہاں اللہ کو یاد کرنے کا طریقہ سکھایا جائے جہاں بیٹھنے سے اللہ کی یاد دل میں جگہ بنا لے اور جب ایسی نیک صحبت میں اللہ پہنچا دے اور بندے کو ذکر حق' ذکر قلبی نصیب ہو جائے تو یہ اتنی بڑی دولت ہے کہ جس کا اندازہ آدمی اپنے پیمانوں سے نہیں کر سکتا یہ وہ مجلس ہے کہ جس کی تلاش میں فرشتے سرگرداں رہتے ہیں نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ کچھ فرشتے اللہ کی طرف سے اس کام پر مامور ہیں کہ جہاں کہیں اللہ کا ذکر ہو رہا ہو اور کسی جگہ اللہ کے بندے محض اللہ کی یاد میں مصروف ہوں اللہ کا ذکر کر رہے ہوں تو وہ وہاں آ جاتے ہیں پھر دوسرے فرشتوں کو بھی بلاتے ہیں کہ دیکھو یہاں اللہ کا ذکر ہو رہا ہے حدیث شریف کے مطابق وہ جمع ہوتے ہوتے زمین سے آسمان تک ایک مینار کی صورت میں اکٹھے ہو جاتے ہیں جب اللہ کے بندے ذکر سے فارغ ہوتے ہیں تو فرشتوں سے سوال ہوتا ہے بارگاہ الوہیت سے کہ تم نے کیا دیکھا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اے اللہ تیرے بندوں کو تیرے ذکر میں مشغول پایا' تیری تجلیات کو برستے دیکھا' تیرے انوارات کی بارش دیکھی تو ارشاد ہوتا ہے پھر گواہ رہو وہاں موجود سب لوگوں کو میں نے بخش دیا فرشتے عرض کرتے ہیں اللہ پاک ان ذاکرین میں کچھ اس غرض سے نہیں بیٹھے تھے بلکہ کسی اور وجہ سے آئے لیکن ذکر کی مشغولیت کے باعث وہ بھی وہیں بیٹھ گئے کہ ذکر سے فارغ ہوں گے تو اُن سے بات کر لیں گے اللہ پاک فرماتے ہیں کہ کوئی کسی بھی غرض سے آیا تھا میں نے سب کو بخش دیا۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بھی خالی ہاتھ نہیں رہتا۔ اُن کے ساتھ بیٹھنے والا کبھی بدنصیب نہیں رہتا۔

رحمت باری تعالیٰ لٹائی جا رہی ہے اور حیرت ہوتی ہے جب ہم اپنے اردگرد دیکھتے ہیں کہ بہترین مادی ترقی کے باوجود انسانیت بدترین گمراہی کی دلدل میں بھٹک رہی ہے مغرب سائنسی ترقی کے عروج کے باوجود آبروانسانی اور عظمت انسانی سے بے بہرہ ہو کر شرک و کفر کی دلدل میں دھنسا وحشیانہ تہذیب کا حامل ہے۔ اسی طرح دنیا کے دیگر مذاہب کی طرف دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ لوگوں نے ساری ساری

زندگی پتھر کے مجسموں کے آگے بیٹھ کر گزار دی۔ ہندوستان بھی مادی ترقی میں مزید ترقی کی راہوں پر گامزن ہونے کے باوجود کس طرح انسانی عظمت سے نا آشنا ہے اور کیسی عجیب عقل ہے کہ گائے بیل کو کھیتی باڑی میں جوتتے ہیں اسی پر بوجھ لادتے ہیں اسی سے خدمت لیتے ہیں اسی کے چمڑے کو استعمال کرتے ہیں اسی کی خرید و فروخت کرتے ہیں پھر اسی کو معبود بھی بنا رکھا ہے چوہوں، بندروں، سانپوں اور خنزیروں کی پرستش ہو رہی ہے انہیں پوجا جا رہا ہے اور یہ سب اس گمراہی کو اسی جدید تحقیق کے زمانے میں بھی بڑے زور و شور سے جدید ذرائع ابلاغ پر اسکی تبلیغ بھی کر رہے ہیں انسانوں کو جانوروں کے آگے جھکنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ پتھروں کو معبود بنانے کی تبلیغ ہو رہی ہے اور حیرت ہے اُن مسلمانوں پر جو اسلام کی بات کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ پورے عالم اسلام میں گنتی کے چند چینلجز ہیں جن پر قرآن و حدیث اور فقہی مسائل بیان ہوتے ہیں باقی تمام مسلمان ممالک کے ٹی وی چینلجز علی الصبح برکت کے لئے پندرہ منٹ قرآن اور اس کے ترجمے کے لئے رکھتے ہیں اس کے بعد خرافات شروع ہو جاتی ہیں اور پھر چوبیس گھنٹے خرافات ہی نشر ہوتی رہتی ہیں درمیان میں کہیں آدھا گھنٹہ بیس منٹ دینی پروگرام کے لئے وقت دیا جاتا ہے اس میں نعت کے نام پر موسیقی کیساتھ نغمے گائے جاتے ہیں قوالیاں ہوتی ہیں یوں دین کے تقاضے پورے کئے جاتے ہیں اور مقام حیرت ہے کہ ملک بھر کے سیاسی علماء نے کبھی ذریعہ ابلاغ کو دینی تعلیم دینے کا ذریعہ کیوں نہیں بنایا؟ انہوں نے اس کے لئے کبھی حکومت سے مطالبہ کیوں نہیں کیا؟ اسکی عام سی وجہ ہے لاپرواہی لیکن بندے کے حق میں یہ بڑی خطرناک بات ہے اس لئے کہ جب بندے کو خود اندر سے یقین نہ ہو تو وہ گنتی میں مسلمان ہوتا ہے قومی مسلمان ہوتا ہے مسلمان قوم میں شمار ہوتا ہے لیکن اس کے لئے اندر یقین نہیں ہوتا اس لئے وہ اسلام کی بات کرنے سے ہچکچاتا ہے بندے کے پاس کوئی اطلاع ہو لیکن اسے اسکے درست ہونے کا یقین نہ ہو تو وہ اسے محفل میں بتانے سے گریز کرتا ہے کہ وہ غلط ثابت ہوگئی تو کیا ہوگا یہی حالت اپنے اسلام پر معذرت خواہ ہونے والے مسلمانوں کی ہے اُن کا اسلام پر عدم یقین انہیں بات کہنے کی قوت نہیں دے سکتا لیکن جسے عظمت الٰہی پر یقین ہوا اسے ایمان نصیب ہو تو وہ اللہ کے معاملے میں لاپرواہی نہیں کرتے انہیں اللہ کے دین پر یقین کامل نصیب ہوتا ہے جس طرح کوئی شخص کسی واقعے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے تو پھر ساری دنیا خواہ اس کا انکار کرے وہ اپنی آنکھوں دیکھی چیز پر یقین رکھتا ہے اس کے یقین کو کسی کی دلیل یا کسی کا انکار متاثر نہیں کرتا۔

ایمان اگر یقین کے اس درجے میں داخل ہو جائے تو پھر انسان اسلام کی رحمتیں بیان کئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ اللہ کریم اگر دولت یقین عطا فرمائیں اپنے ذکر کی توفیق نصیب فرمائیں تو اس کے دو تقاضے ہیں۔ پہلا یہ کہ انسان اپنے نظریے سے لیکر کردار تک حضور ﷺ کے احکام کے تابع رہ کر زندگی بسر کرنے میں لگا رہے اگر کوئی ذکر کرتا ہے اسے مراقبات نصیب ہوتے ہیں تو اسکی سند یہ ہے کہ اس شخص کی عملی زندگی حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین کے تابع ہوتی ہے۔ اگر ایسا ہو رہا ہے تو واقعی اسے ذکر سے فائدہ نصیب ہو رہا ہے دوسرا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایک خوشبودار پھول کی مانند ہوتا ہے کوئی اس کے پاس سے گزرے یا وہ کہیں جائے اسکی مہک سے ماحول معطر رہتا ہے۔ دین دل میں راسخ ہو جائے تو خوشبو کیطرح اسکی شخصیت سے پھیلتا رہتا ہے اس کی تبلیغ عملی ہوتی ہے اس کے ساتھ دعوت دین کا کام ہوتا رہتا ہے وہ دوسروں کے لئے نبی کریم ﷺ کا ایسا خادم بن جاتا ہے جو آپ ﷺ کا پیغام پہنچانے والا ہو اگر کسی کو یہ دو نعمتیں نصیب ہو جائیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسے اللہ کا ذکر نصیب ہے۔ دین اللہ کی امانت

ہے یہ دوسرے انسانوں تک پہنچانا ضروری ہے نبی علیہ الصلو والسلام نے فرمایا کہ اگر میرا ایک جملہ خیر بھی تمہارے پاس ہے تو وہ انسانیت کی امانت ہے اسے میری طرف سے دوسروں تک پہنچاؤ اس بات پر یقین کامل ہوتو امانت کا پہنچانا روزمرہ کا معمول بن جاتا ہے اور قوت یقین دل میں نہ ہوتو یہ مشکل ترین کام ہے۔ کتنی حیرت کی بات ہے کہ لوگ باطل کی تبلیغ کے لئے کسقدر محنت کر رہے ہیں عیسائی مشنری افریقہ کے دور دراز جنگلوں میں وحشیوں کے درمیان رہ کر یہ کام کر رہے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے دیگر مذاہب باطلہ بھی تندہی سے گمراہی پھیلانے میں مصروف ہیں حالانکہ حق تو یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے سچے اور برحق دین کو پھیلانے کے لئے سب سے زیادہ محنت کی جائے۔

اللہ کریم نے آپ کو اس سعادت سے نوازا ہے وقت لگانے کی فرصت دی ہے توفیق دی ہے اللہ اس کوشش کو قبول فرمائے اسکی برکات عطا فرمائے لیکن ان دو باتوں پر نگاہ رکھیں اول یہ کہ ذکر اللہ پر وقت لگانے سے پہلے کی زندگی میں کوئی بہتری آئی ہے دوسری یہ کہ کیا آپ کے ذریعے اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ کا پیغام آگے پہنچ رہا ہے یہ دو باتیں ہوں تو پھر یہ دلیل ہے کہ آپ کو ذکر سے فائدہ ہو رہا ہے اور اگر خدانخواستہ یہ نہ ہو تو جو فائدہ حاصل ہونا چاہیے تھا وہ نہیں ہو رہا۔ ذکر الٰہی فائدے کے بغیر تو نہیں جاتا ذکر الٰہی سے کم از کم فائدہ یہ ہے کہ جو وقت یاد الٰہی میں کٹ گیا بندہ اتنی دیر گناہ سے بچ گیا کچھ لمحے تو اللہ کی یاد میں بسر ہو گئے یہ بھی بہت بڑی نعمت ہے لیکن جب مجاہدہ کیا جائے تو اس کا بھرپور فائدہ کیوں نہ حاصل ہو۔ کوئی مریض اس بات پر مطمئن نہیں رہتا کہ علاج کچھ کچھ چلتا رہے خیر ہے بلکہ ہر مریض مکمل شفا چاہتا ہے اور اسی علاج سے مطمئن ہوتا ہے اور یہی درست بات ہے اسی طرح یہ پیمانہ اپنے ساتھ رکھیے کہ آپ کی عملی زندگی میں کیا بہتری آ رہی ہے اور اللہ کے بندوں تک آپ کے ذریعے اللہ کا پیغام پہنچ رہا ہے۔ اللہ کریم یہ محافل قبول فرمائے وقت اپنی رفتار سے چلتا رہتا ہے کسی کا انتظار نہیں کرتا خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو بروقت اس حقیقت کو پا لیتے ہیں اپنے لمحات کو بہتری کے لئے خرچ کرتے ہیں اور جو لوگ اسے ضائع کرتے ہیں وقت اُن کا بھی انتظار نہیں کرتا گزرتا چلا جاتا ہے۔

اجتماع کی حاضری تربیت کیلئے ہے برکات نبوت ﷺ سمیٹنے کے لئے ہے اسی کام کے لئے یہ اوقات مختص کئے جاتے ہیں کوشش کریں زیادہ سے زیادہ وقت اس میں نصیب ہو۔ جب تک سانس باقی ہے تب تک امور دنیا انجام دینے پڑتے ہیں اور یہ بندے کو کبھی فارغ نہیں کرتے۔ ہر کام کے لئے کچھ کاموں کو آگے پیچھے کر کے وقت نکالنا پڑتا ہے کچھ کو موخر کرنا پڑتا ہے کچھ کو چھوڑنا پڑتا ہے یہ ہماری اس ترتیب پر منحصر ہوتا ہے کہ ہم کس کام کو زیادہ اہم سمجھتے ہیں اور کس کو کم اہم سمجھتے ہیں کم اہم کام کو اس وقت چھوڑ کر زیادہ اہم کام کو وقت دیا جاتا ہے ان محافل کو قیمتی جانیں یہ اللہ کریم کا احسان ہیں ان میں صرف اللہ کی رضا کے حصول کی نیت سے شمولیت اختیار کریں نبی کریم ﷺ کی دل و جان سے غلامی کرنے کی قوت حاصل کرنے کی تمنا سے شامل ہوں۔

حضرتؒ کے وصال کے بعد انکی سوانح جب سلسلے سے باہر کے لوگوں تک پہنچی ہے تو میں نے لوگوں کو روتے دیکھا ہے کہ وہ کیوں اُس زمانے میں موجود ہونے کے باوجود حضرتؒ سے استفادہ نہ کر سکے۔ محض سوانح پڑھ کر انہیں یہ احساس ہوا۔ ایک زمانہ آئے گا کہ یہ محفلیں بھی تاریخ کا حصہ بن جائیں گی اس سے پہلے کہ یہ حسرت پیدا ہو کہ ہم کیوں نہ شامل ہوئے اسے غنیمت سمجھئے اس سے استفادہ کیجئے۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین

عبادت کا مفہوم

عبادت سے مراد یہ نہیں ہے کہ اللہ نے جو عبادات فرض کی ہیں، صرف انہیں عبادت کہا جائے۔ ظاہر ہے کہ کفار و مشرکین یا بت پرست یا دوسرے لوگ اس طرح بتوں کی عبادت نہیں کرتے جس طرح ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو پھر ان کے افعال کو کیوں عبادت کہا جاتا ہے۔ کسی ہستی کے ڈر سے کہ اس کی اطاعت نہ کی تو نقصان پہنچائے گا یا نفع کی امید پر کہ اس کی اطاعت کی تو نفع پہنچائے گا، جو اطاعت کی جاتی ہے وہ عبادت کہلاتی ہے۔ یعنی کسی سے بھی امیدیں وابستہ کر لی جائیں اور اس کی خوشنودی کے کام کیے جائیں، اس کو راضی کرنے کے لئے کچھ امور انجام دیئے جائیں یا یہ خطرہ ہو کہ اگر یہ ہستی ناراض ہوگئی تو میرا بہت نقصان ہوگا۔ اللہ کریم نے جو عبادات فرض کی ہیں، فلسفہ ان کا بھی یہی ہے کہ اللہ کی رضامندی حاصل ہو اور اللہ کریم کے انعامات حاصل ہوں۔ اس لئے فرمایا کہ اس طرح کی اطاعت کا مستحق صرف اللہ ہے۔

اللہ کے علاوہ جتنی مخلوق ہے وہ خود محتاج ہے اور جو اپنی ضرورتوں میں محتاج ہو اس سے دوسرے حاجت براری کی امید رکھیں تو یہ فضول ہے (ماخوذ از اکرم التفاسیر)

تعاون

تاجران کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

شیخ ناصر، شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ

منٹگمری بازار فیصل آباد فون 041-2617075-2611857

امیر محمد اکرم اعوان

دار العرفان منارہ، ضلع چکوال 12-10-2007

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیمo

بسم اللہ الرحمن الرحیمo

فبما رحمتہٍ من اللہ لنت لھم ولو کنتَ فظاً غلیظ القلب لا نفضوا من حولک فاعفُ عنھُم و استغفرلھُم وشاورھُم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علیٰ اللہ ان اللہ یحبُ المتوکلینo

ترجمہ ''پس سب کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے کہ آپؐ ان کے لئے نرم دل ہیں اگر آپ تند خو ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے، آپؐ انہیں معاف فرما دیں ان کے لئے بخشش طلب فرمائیں ان سے مشورہ لیتے رہیں فیصلہ آپ ہی کا ہے اور جب آپ کسی کام کا پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ ہی پر بھروسہ کریں بے شک اللہ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

تفسیر اللہ کریم کا بہت ہی بڑا احسان ہے اور اسکی بے پناہ رحمت ہے کہ آپ ﷺ بے حد نرم دل' سراپا کرم اور رحمت مجسم ہیں اگر آپ سخت مزاج ہوتے یا آپ ﷺ کے مزاج میں سختی ہوتی تو لوگ آپ ﷺ کے پاس نہ رہتے لوگ سختی برداشت نہ کر سکتے اور منتشر ہو جاتے۔ یہ اللہ کریم کی رحمت کی انتہا ہے کہ اپنے کرم کو سمیٹ کر آقائے نامدار ﷺ کی صورت میں مجسم کر کے مبعوث فرما دیا اور اپنی رحمت و بخشش کا اتنا بڑا خزانہ عطا فرمایا جس کی نظیر تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔ اللہ کی رحمت کو تقسیم کرنے والی ذات، ذات نبوی ﷺ ہے تمام انبیائے سابقین نے آپ ﷺ سے ہی رحمتیں برکتیں پائیں اور اپنی اپنی امتوں تک پہنچائیں۔ ازل میں جب تمام ارواح سے عہد لیا گیا تو تمام انبیاء علیہم السلام سے آپ ﷺ کی نبوت اور آپ ﷺ کی اطاعت کا عہد لیا گیا جس کی تکمیل شب معراج کو ہوئی اور تمام انبیاء بیت المقدس میں تشریف لائے اور حضور ﷺ کی اقتداء میں دو گانہ ادا فرمایا۔ پہلی امتوں کے برگزیدہ صاحب حال اور صاحب دل روشن قلوب کے حامل اور صاحب بصیرت افراد کو اپنے اپنے انبیاء کے توسط اور انکے وسیلے سے برکات محمد رسول اللہ ﷺ پہنچتی رہیں۔ اُمت محمد رسول اللہ ﷺ وہ خوش نصیب اُمت ہے جو براہ راست آقائے نامدار ﷺ سے متعلق ہے۔

اس آیت میں اللہ کریم اپنی بے پایاں رحمت کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ جس ہستی کے پاس اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا خزانہ ہے جو خود رحمت الٰہی ہے جو رحمت مجسم ہیں وہ بہت ہی نرم دل اور دونوں ہاتھوں سے لٹانے والے ہیں اور اللہ کی مزید رحمت ہے کہ یہ وہ بارگاہ ہے جہاں ظرف بھی بڑھا دیا جاتا ہے۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے

اس بارگاہ میں کوئی مانگنے والا ہو اگر اس کا دامن تنگ بھی ہے تو اُسے بڑھا دیا جاتا ہے وسیع کر دیا جاتا ہے کہ یہ اور بھی سمیٹ لے اور خدانخواستہ آپ ﷺ سخت مزاج یا سخت گیر ہوتے تو لوگ آپ کے

پاس سے منتشر ہو جاتے۔ ولو کنت فظاً غلیظ القلب لا نفضوا من حولک لیکن حضور ﷺ رحمۃ للعالمین، محبتیں بانٹنے والے اور تمام عالمین کو محبت تقسیم فرمانے والے ہیں جو محبت نبی کریم ﷺ تقسیم فرما رہے ہیں وہ یہی رحمت الٰہی ہے کہ بندہ مخلوق ہو کر اللہ سے محبت کرے۔

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں محبت کے بارے فرمایا ہے کہ یہ ایک جذبہ لطیف ہے جسے محبوب کا کرم بڑھا نہیں سکتا اور اس کی سختی گھٹا نہیں سکتی محبت کرنے والا بہر حال محبوب کا مطیع اور فرمانبردار اور اس کی رضا کا طالب رہتا ہے لیکن یہ تجزیہ وہاں کام آتا ہے جہاں محبت برابر کی ہو یعنی ہم انسان جب اپنے جیسے انسان سے محبت کرتے ہیں تو وہاں یہ تجزیہ درست نظر آتا ہے لیکن وہ ہستی جو اللہ جل شانہ، کی ہے کہ نہ خیال میں آتا ہے نہ قیاس میں نہ علم میں آتا ہے نہ اس کی کوئی مثل ہے نہ ہی کوئی مثال ہے اس سے کوئی محبت کرے تو کیونکر کرے کس طرح سے کرے۔ دنیا میں کوئی کسی کے سراپا سے محبت کرتا ہے کوئی آواز پر فدا ہے کسی کو شکل سے پیار ہے، کسی کو عادات و خصائل سے محبت ہے لیکن جو ہستی ادراک سے بالاتر ہے جس کے نہ خدوخال دریافت ہو سکتے ہیں نہ قدوقامت کی بات کر سکتے ہیں وہاں محبت کیسے ہوگی اس کا اصول قرآن کریم نے بتایا یحبوھم ویحبونہ، جن بندوں کے دل میں اللہ کی طلب پیدا ہو جاتی ہے اور جو کائنات کو دیکھ کر خالق کائنات کے کمالات تخلیق کو دیکھ کر اس کی عظمت کے قائل ہو جاتے ہیں جو اس پیغام کو پا کر جو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کے وسیلے سے دیا ہے فدا ہو جاتے ہیں ان کے دل میں طلب الٰہی پیدا ہو جاتی ہے ان کے دل میں رجوع الی اللہ کی تمنا پیدا ہو جاتی ہے اللہ اُن سے محبت کرتا ہے۔ بندے کی طرف سے محض انابت ہوتی ہے کہ یہی وہ ہستی ہے جس کی بات مانی جائے اس کا کہنا مانا جائے اور اس کریم کی بارگاہ سے بندے سے محبت کی جاتی ہے اس کی محبت اتنی قوی، اتنی طاقتور اور اتنی پُر اثر ہوتی ہے کہ جس سے وہ محبت کرتا ہے وہ از خود اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے انسان کی محبت اللہ کی محبت کے جواب میں ہوتی ہے جب بات انابت پر آتی ہے تو یہ بحث چھڑ جاتی ہے کہ بندے کو کیسے پتہ چلے کہ اس میں انابت ہے بھی یا نہیں اللہ کریم اس سے محبت فرمائیں گے؟ اللہ کریم نے اسے آسان فرما دیا قرآن حکیم میں نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ لوگوں کو اللہ کی محبت پانے کا طریقہ بتا دیجئے ان سے کہیے کہ اگر تم اللہ کی محبت پانا چاہتے ہو تو فاتبعونی میرا اتباع کرو میری اطاعت اختیار کرو جب تم میرا اتباع کرو گے یحببکم اللہ یغفر لکم ذنوبکم اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطائیں بھی معاف فرما دے گا تم سے ہزاروں کوتاہیاں ہو جاتی ہیں، نافرمانیاں کر بیٹھتے ہو، غلطیاں ہو جاتی ہیں وہ سب یکسر معاف کر دے گا شرط یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو میری اطاعت پہ کاربند کر لو۔ سو جو محبت نبی کریم ﷺ تقسیم فرما رہے ہیں جو رحمت الٰہی کا نام پاتی ہے اسکی ناپید کنار وسعت کا تذکرہ فرمایا جا رہا ہے اور دلیل دی جا رہی ہے کہ اگر نبی رحمت ﷺ سخت مزاج ہوتے تو سختی کا جواب کبھی محبت سے نہ ملتا۔ اس لئے کہ جہاں بھی کوئی سختی کرے گا جواب میں نفرت پائے گا۔ جہاں بھی شدت ہوگی جواب میں محبت نہیں آئے گی۔ یہی دلیل کافی ہے کہ جسے محبت پیغمبر نصیب ہوئی اس کے لئے دنیا تو دنیا آخرت کے بھی کوئی معنی بجز پیغمبر ﷺ کے نہ رہے لیکن یہ اسے نصیب ہوا جس نے یہ لذت چکھی جسے عشق پیغمبر ﷺ سے کوئی ذرہ نصیب ہوا،

لذت ایں مے نا شناسی بخدا تا نچشی

جب تک اس نشے کو چکھیں گے نہیں اس کی لذت سے آشنا نہیں ہونگے اسے سمجھ نہیں سکتے یعنی جب تک محبت ہو نہیں اُسے سمجھ بھی نہیں سکتے ہاں جب محبت ہوتی ہے تو محبت بندے کا اپنا اختیار سلب کر لیتی

ہے' اپنی تجویزیں ختم ہو جاتی ہیں اپنے فیصلے ختم ہو جاتے ہیں صرف ایک راستہ رہ جاتا ہے محبوب کی خوشنودی اور اس کی رضامندی اور محبوب بھی ایسا جسکی رحمدلی' شفقت و محبت کے دعوے خود اللہ کریم کر رہے ہیں کہ اللہ کی رحمت سے آپ ﷺ بہت ہی نرم مزاج نرم دل اور بے حد محبت کرنے والی ہستی ہیں کوئی ذرا سا آپ کی طرف جھکے تو آپ ﷺ رحمتیں اس پر نچھاور کر دیتے ہیں۔

حضرت شیبہؓ فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے اُن کا باپ اور بھائی بدر میں مارے گئے تھے وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں اس بات کا بڑا قلق تھا غزوہ حنین پر میں اس ارادے سے گھر سے نکلا کہ آج جب گھمسان کا رن پڑے گا میں اپنے باپ اور بھائی کے دکھ کا مداوا کروں گا اور معاذ اللہ نبی کریم ﷺ پر وار کر کے اپنے دل کی آگ بجھا لوں گا یہ آرزو لیکر میں میدان جنگ پہنچا اور جنگ میں خوب ہنگامہ مچا یوں گرداڑی کہ فضا طوفان کی طرح نظر آنے لگی دن کو بھی رات کا سا سماں بن گیا تو میں موقع تاکتا ہوا حضور ﷺ کی طرف بڑھا دائیں طرف سے گیا تو حضرت عباسؓ موجود تھے بائیں طرف سے گیا تو ایک اور جانثار موجود تھے میں پیچھے پہنچ گیا تو اچانک حضور ﷺ نے میرا نام لے کر پکارا اور فرمایا شیبہ سامنے آؤ۔ میں دھک سے رہ گیا کہ میں تو پیچھے تھا لیکن حضور ﷺ نے مجھے ملاحظہ فرما لیا میں شرمندہ شرمندہ حضور ﷺ کے سامنے آیا آپ ﷺ نے فرمایا قریب آؤ جب میں اور قریب گیا تو آپ ﷺ نے میرے قلب پر اپنی انگلی مبارک رکھی اور دعا فرمائی اللہ اس کے دل کو بدل دے وہ فرماتے ہیں کہ اس لمحے میں نے یہ محسوس کیا کہ دنیا و مافیہا کو ان کے قدموں پہ نچھاور کیا جا سکتا ہے اب میرے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب کوئی نہ رہا مجھے سب کچھ بھول گیا سوائے آپ ﷺ کی اطاعت کے حضور ﷺ نے مجھے جہاد کی طرف متوجہ کیا اور میں پلٹ کر کافروں پر ٹوٹ پڑا خوب دل کی بھڑاس نکالی۔

یہاں سے اندازہ کریں کہ کوئی دشمنی لیکر جاتا ہے اور محبت لے کر آتا ہے عشق لیکر پلٹتا ہے تو جو محبت لیکر جائے گا وہ کیا پائے گا!

مشہور واقعہ ہے کہ حضور ﷺ تنہا آرام فرما رہے تھے اور اپنی تلوار درخت پر لٹکا رکھی تھی ایک مشرک پہنچا اس نے حضور ﷺ کی تلوار اتار لی اور آواز دی کہ اب آپ ﷺ کو مجھ سے کون بچائے گا کہ نہ تو آپ کا لشکر آپ کے ساتھ ہے نہ آپ کی تلوار۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ'' حضور ﷺ کے جواب پر اس پر ایسا لرزہ طاری ہوا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی حضور ﷺ نے تلوار اٹھا لی اور فرمایا اب تم بتاؤ تمہیں کون بچائے گا تو وہ پریشان ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ سب کا ہے تمہارا ابھی ہے تم بھی کہہ دو اللہ۔ وہ آپ کی اس ادا پر قربان ہو گیا۔ اسے نور ایمان نصیب ہو گیا اس نے کلمہ پڑھ لیا اس نے کہا ایسا کریم تو کہیں نہیں دیکھا کہ میں تو قتل کے ارادے سے آیا تھا اور تلوار میرے ہاتھ سے گر گئی انہوں نے اٹھا لی چاہتے تو میرا سر قلم کر دیتے۔ لیکن انہوں نے مجھے جہنم میں پھینکنے کے بجائے عشق الٰہی میں لگا دیا۔

ہر مسلمان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ حضور ﷺ سے محبت کرتا ہے اور واقعی مسلمانوں نے حضور ﷺ سے بے پناہ محبت کی ہے بے پناہ محبت کریں گے اور کرتے رہیں گے لیکن اس دعویٰ محبت کا پیمانہ اور معیار وہی ہے اتباع نبوی ﷺ۔ اور جو آپ ﷺ کا اتباع نہیں کرتا وہ محبت نہیں کرتا۔ وہ اپنے دعوے میں سچا نہیں اس لئے کہ جس سے محبت ہو اسکی خلاف مرضی کرنے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ کام کرنا تو درکنار محبت تو یہ سوچنے بھی نہیں دیتی کہ محبوب کی پسند کے برخلاف کچھ ہو جائے۔ اور کبھی بتقاضائے بشریت غلطی سے خطا ہو جائے تو راتیں بیت جاتی ہیں روتے ہوئے کہ خطا ہو گئی بندے کو احساس ندامت گھیر لیتا ہے اور وہی ندامت باعث مغفرت بن جاتی ہے۔ ان کی توبہ سے انکی خطائیں بھی

نیکیوں میں بدل جاتی ہیں۔ وہ لوگ جنہیں دکھ ہوتا ہے خطاؤں پر انکے دل پر چوٹ لگتی ہے وہ خلوص دل سے توبہ کرتے ہیں تو اللہ کریم فرماتے ہیں میں انہیں صرف معاف ہی نہیں کرتا اُن کی خطائیں نیکیوں میں بدل دیتا ہوں خطاؤں کی جگہ نیکیاں شمار کرتا ہوں۔

سوچا جائے' غور کیا جائے تو عبادات کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے ہم نمازیں پڑھتے ہیں' سجدے کرتے ہیں' ذکر اذکار کرتے ہیں' روزے رکھتے ہیں' اعتکاف میں بیٹھتے ہیں' حج کرتے ہیں۔ کیوں؟ یہ ساری محنت اس لئے ہے کہ دل کو صاف کیا جائے دل کو جلا بخشی جائے دل سے خیالات فاسدہ نکال کر اس پر اللہ کا نام نقش کیا جائے اور وہ اس قابل ہو جائے کہ احمد مجتبیٰ کی محبت کو پا سکے محبت کو پائے گا تو اطاعت شعار بن جائے گا محبت کو پائے گا تو اتباع کا اسیر ہو جائے گا۔ اس طرف کی ضمانت تو اللہ نے دے دی کہ حضور ﷺ کے قلب اطہر میں نہ سختی ہے نہ کسی کے لئے عناد و دشمنی ہے بلکہ نہایت ہی نرم دل ہیں کوئی ذرہ برابر بھی جھکے تو اس کا اجر وہ عطا فرماتے ہیں کہ بندہ مزید مانگنے کے قابل نہیں رہتا اُسے سمجھ نہیں آتا کہ اب وہ مزید کیا مانگ سکتا ہے۔

دوسری طرف ہم ہیں اور ہمارا دعویٰ مسلمانی ہے دعوی محبت نبی ﷺ ہے اور ہمارا طرز عمل ہے ایک عام آدمی گاؤں کی ایک چائے کی چھوٹی سی دکان پر بیٹھا ہے اور تبصرہ کرتا ہے عالمی طاقتوں کے کردار پر پھر اس کی بات چلتی چلتی اپنے ہم عصروں تک پہنچتی ہے پھر رفتہ رفتہ اپنے بھائیوں' رشتہ داروں اور برادری تک آجاتی ہے اور ان سب میں سے کوئی فرد و بشر کم ہی اس کی تنقید سے بچتا ہے لیکن کوئی یہ تکلف نہیں کرتا کہ ایک لمحے کے لئے دنیا کو بھول جائے کہ اُن کا حساب اس نے نہیں دینا اپنے آپ کو سامنے رکھ کر بات کرے کہ وہ خود صبح سے شام تک کیا کرتا رہا کتنی اطاعت کی اور کس حد تک نافرمانی کی جو جملے دن بھر ادا کئے اگر ان کو بارگاہ رسالت ﷺ میں دہرایا جائے تو رخ انور پر کیا اثر مرتب ہوگا کیا رخ انور خوشی سے کھل اٹھے گا یا ناراضگی کے آثار ظاہر ہوں گے کبھی ہم اپنا تجزیہ بھی کریں جو کام ہم نے کئے یہ کام اگر بارگاہ رسالت پناہی میں پیش کئے جائیں تو کیا حضور ﷺ قبول فرما لیں گے۔ جو کام اتباع رسالتؐ میں کئے ہوں گے وہ کام بھی اس بارگاہ میں پیش ہونے کے لائق تو نہیں ہو سکتے کہ ہمارے عہد کے کام ہماری حیثیت کے مطابق ہوں گے لیکن یقیناً اُن کا کرم پذیرائی بخشے گا لیکن جہاں جہاں نافرمانی ہوگی وہاں وہاں حضور اکرم ﷺ کو بھی دکھ ہوگا۔ قرآن حکیم میں اللہ کریم نے یہ بات ساری انسانیت کے لئے فرمادی عزیز علیہ ماعنتم لوگو! اپنے اوپر ظلم تم کرتے ہو کفر و شرک اور بُرائی تم کرتے ہو جس کے نتیجے میں تم مصیبتوں میں گرفتار ہو جاؤ گے لیکن اس سب سے میرے نبی ﷺ کو دکھ پہنچتا ہے تمہاری برائیاں ان پر گراں گزرتی ہیں انہیں یہ دکھ ہوتا ہے کہ ان کی بعثت کے بعد یہ بدنصیب جہنم کیوں جا رہا ہے اگر سورج طلوع ہونے کے بعد بھی کہیں اندھیرا ہے تو پھر روشنی کب ہوگی حضور ﷺ کو کفار کی گمراہی دکھ دیتی ہے انہیں کافروں کے کفر پر اور ان کے انجام بد پر دکھ لگتا ہے تو جب بات مسلمان کی اور مومن کی آتی ہے تو فرمایا وبالمومنین رؤف رحیم مومنوں کے ساتھ تو آپ درگزر کرنے والے رحم کرنے والے ہیں یہ ایک ہستی ایسی ہیں رحمت اللعالمین کہ آپ ﷺ ایسے مہربان ہیں کہ خطائیں ہم کرتے ہیں بخشش وہ مانگتے ہیں اور پھر بھی اتباع کر کے ہم ان کی محبت کا حق ادا نہ کر سکیں تو کیا فائدہ ہمارے دعوی محبت کا۔ دعوی مسلمانی کا اور کوشش بھی نہ کر سکیں تو کیا فائدہ اس زندگی کا۔

کیسی عجیب بات ہے کہ ثواب کے نام پر ہم نے عجیب چیزیں ایجاد کر لی ہیں جیسے یہ ماننا کہ جمعۃ الوداع کو پانچ نمازوں کی قضا پڑھنا ایسے ہے کہ جس سے زندگی بھر کی قضا نمازوں کی ادائیگی ہوگئی۔ ایسا

نہیں ہے شرح اسلامی میں اس کی کوئی سند نہیں۔ جو فضیلت جمعہ کی ہے وہ اپنی جگہ مسلم ہے کہ جمعہ ہفتے کے سات دنوں کا سردار ہے اور رمضان سال بھر کے سارے مہینوں کا سردار ہے پھر کیا فضیلت ہوتی ہے رمضان کے جمعوں کی اور پھر رمضان کا آخری جمعہ کتنی فضیلت رکھتا ہے لیکن اُسے ایک نام دے دیا گیا ہے جمعتہ الوداع جس کے معنی یہ لیے جاتے ہیں کہ رمضان وداع ہو رہا ہے جا رہا ہے لیکن اس کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ یہ نتیجے کا دن ہے یہ رمضان المبارک کی سعادت بھری ساعتوں میں کی گئی محنتوں مجاہدوں کے نتیجے کا دن ہے اس مبارک مہینے میں ہر عمل کی فضیلت لاکھوں گنا بڑھ جاتی ہے ہر سجدے پہ لاکھوں سجدوں کا ثواب ملتا ہے ہر نماز پہ کئی گنا اجر ملتا ہے ہر نیکی کئی درجے بڑھ کر قبولیت پاتی ہے جس میں بخشش مانگنے والوں کی بخشش عام ہوتی ہے۔ بارگاہ الوہیت سے پکارا جاتا ہے کہ ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اس کی خطائیں معاف کر دی جائیں۔ اس مبارک مہینے کا پہلا عشرہ رحمت دوسرا بخشش اور تیسرا جہنم سے آزادی کی سند دینے کا وقت ہے۔ آخری عشرے میں جہنم سے آزادی کے پروانے ملتے ہیں اور آخری جمعہ بھی آخری عشرے میں آتا ہے یوں آخری جمعہ وہ مبارک دن ہے جس دن پورے مہینے کے اعمال کا نتیجہ عطا کیا جاتا ہے اس لحاظ سے تو بندے کو اس دن اپنا تجزیہ کرنا چاہیے کہ اس نے کیا نتیجہ پایا اس میں کتنی مثبت تبدیلی آئی نہ کہ ان مبارک ساعتوں میں اپنی طرف سے ایجاد کردہ مسائل کے مطابق عمل کر کے گستاخی کا مرتکب ہو۔ جمعتہ المبارک کے ساتھ قضا عمری کا تصور غلط ہے۔ رمضان کے آخری جمعے کے دن قضا کی نیت سے جو پانچ نمازیں پڑھی جائیں گی ان سے پانچ قضا نمازوں کی ادائیگی ہوگی یہ الگ بات ہے کہ ان پانچ پر اللہ پانچ لاکھ کا ثواب دے دے۔ ثواب پانچ لاکھ کا ہو سکتا ہے ادا ایک دن کی ہی ہوگی ساری عمر کی قضا ان پانچ کے پڑھنے سے نہیں ہوگی۔ یہ تصور بنا دیا گیا ہے اور یہ درست نہیں۔ ثواب کا ملنا اجر کا ملنا الگ بات ہے اور فرائض کی ذمہ داری اور ان کی ادائیگی علیحدہ بات ہے علما حق نے اس کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ بندہ اپنی زندگی کا تجزیہ کر کے اندازہ کر لے کہ سال دو سال یا پانچ سال یا اس سے کم وبیش کی نمازیں چھوٹ گئی ہیں پھر کم از کم ہر نماز کے ساتھ روزانہ ایک نماز قضا کی نیت سے پڑھ لیں تو ہر روز ایک دن کی قضا نمازوں کی ادائیگی ہو جائے گی اس طرح کرتا رہے تو زندگی بھر میں ضرور ادا ہو جائیں گی درمیان میں اللہ کے حکم پر جانا پڑا موت آ گئی تو وہ غفور رحیم ہے بندے کے ذمہ تو اصلاح احوال کے راستے پر چلنا ہے بخشش تو اس کی طرف سے عطا ہے تو اسکی ہے لہٰذا قضا عمری کا یہ تصور جو رمضان کے آخری جمعے سے وابستہ ہے درست نہیں۔ اس دن کی عبادت اور اس دن کے ایک سجدے کا اجر تو شاید عمر بھر کے سجدوں سے زیادہ مل جاتا ہو لیکن یہ تو نتیجے کا دن ہے اور یہ نتیجہ ہمیں کون دے گا کیا کوئی باہر سے لکھ کر سند دے گا یا کوئی ممتحن ہوگا؟ نہیں۔ ہمارا دل اس بات کی گواہی دے گا کہ ہمیں بارگاہ الٰہی سے قبولیت کا کوئی درجہ نصیب ہوا۔ ہمیں محسوس ہوگا کہ ہم نے رمضان پایا اس میں عشق رسول ﷺ پیدا ہو جائے گا۔ اس میں محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت پیدا ہو جائے گی جو اتنی شدید ہوگی کہ وہ ہمارے اعضاء وجوارح سے لیکر نظریات تک کی اصلاح کر دے گی، کھرے کو کھوٹے سے الگ کر دے گی حق وباطل میں فرق کر دے گی آئندہ ہم ایک مختلف انسان ہوں گے ہماری سوچ تبدیل ہو جائے گی ہمارا کردار بدل جائیگا اور ہم خود محسوس کریں گے کہ دنیا کی محبت اور دنیا کا لالچ ہر جائز اور ناجائز وسیلے سے دولت جمع کرنے کی خو بو نکل گئی ہے اب رزق حلال کی تمنا رہ گئی ہے اس بشارت کی خوشی محسوس ہوتی ہے کہ رزق حلال کمانا عین عبادت ہے۔ اُن کاموں کے کرنے کا دل چاہتا ہے جن کے کرنے کا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے

اللہ کی کتاب پڑھنے کو جی چاہتا ہے دل کرتا ہے کہ چند آیات کا ترجمہ ہی کوئی بتادے کہ میرے رب نے کیا فرمایا ہے۔

اسلام صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں اور آقائے نامدار ﷺ صرف مسلمانوں کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نہیں ہیں بلکہ بعثت عالی سے لیکر قیامت تک کے تمام انسانوں کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ جتنے دروازے بارگاہ الوہیت میں کھلتے تھے اپنے اپنے وقت پر سب بند ہو گئے اب ایک دروازہ اتباع محمد رسول اللہ ﷺ ہے جو بارگاہ الوہیت میں باریاب ہونے کے لئے ہمیشہ وا رہے گا۔ اللہ کی طرف سے رحمت برستی رہے گی تجزیہ تو ہمیں اپنا خود کرنا ہوگا کہ رمضان المبارک کو تو آنا تھا۔ رمضان المبارک کو تو جانا تھا رمضان المبارک چلا جائے گا لیکن یہ ایک مہینہ عجیب تھا کہ اللہ کریم نے سارے شیاطین قید کردیئے کوئی شیطان وسوسہ ڈالنے کے لئے باہر نہ رہا سب کو روک دیا گیا۔ سب سے بڑی سہولت تو یہ تھی پھر انعام عطا ہوا انسان کے بہت چھوٹے سے عمل کو بہت بڑے عمل سے نوازا گیا اور بخششوں کے خزانے لٹائے گئے تو ہمیں اپنے افکار کو دیکھنا ہے کتنی سوچیں بدل کر اچھی ہوگئیں اپنے کردار کو جانچنا ہے مثبت تبدیلی کتنی آئی؟

جو لوگ دین کو نہیں سمجھتے وہ یہ جاہلانہ سوال کرتے ہیں کہ اگر شیطان قید ہیں تو یہ اتنی برائیاں کون کررہا ہے یہ قتل' ڈاکے' بدعنوانیاں دہشت گردی یہ سب عام ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابلیس اور اسکی اولاد اور جن جو اس کا اتباع کر کے شیطان بن گئے وہ قید کردیئے جاتے ہیں لیکن جو انسان ابلیس کا روپ دھار لیتے ہیں جو اسکی غلامی کرتے کرتے شیطان بن جاتے ہیں وہ قید نہیں کئے جاتے اور رمضان المبارک میں جتنے مظالم ہورہے ہیں وہ وہی شیطان کررہے ہیں جو انسانوں میں سے ہیں۔ وہ وہی ہیں جو شیطان کی غلامی کرتے کرتے مجسم شیطان بن گئے ہیں نبی کریم ﷺ نے ایسے شیطانوں سے زیادہ خبردار رہنے کی ہدایت کی ہے فرمایا جو شیطان انسانوں میں سے ہے وہ زیادہ خطرناک ہے کہ وہ آپ کو ہاتھ سے پکڑ کر بُرائی کی طرف لے جاتا ہے یا آپ کے سامنے بُرائی کرتا ہے تا کہ آپ اس بُرائی میں شامل ہوں جبکہ ابلیس کو اللہ نے انسان کا ہاتھ پکڑ کر بُرائی کروانے کی قوت نہیں دی وہ صرف وسوسہ ڈال سکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو انسانوں سے شیطان بن جاتے ہیں وہ ان شیطانوں سے زیادہ خطرناک ہیں جو جنوں میں سے ہوتے ہیں اللہ نے بھی شیاطین الانس اور شیاطین الاجن سے پناہ مانگنا سکھایا ہے۔ سو ہمارے ملک میں جہاں اکثریت اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کی ہے انہیں یہ سوچنا چاہیے کہ شیطان تو شوال کا چاند نظر آنے پر باہر نکلیں گے ان کی زنجیریں تو رمضان ختم ہونے پر کھلیں گی تو رمضان میں جرائم ومظالم کون کررہا ہے!۔

جسے ہم یوم عید کہتے ہیں وہ عید کیا ہے؟ عید یہ ہے کہ تم نے گنتی کے دن پورے کر لئے رمضان پورا کرلیا تم نے رمضان سے بھرپور استفادہ کرلیا اور اگر اس سے صرف گنتی پوری کرنا مراد ہے تو پھر تو رمضان کا مہینہ آ کر پورے تیس یا انتیس دن رہ کر گزر گیا غیر مسلموں پر بھی گزر گیا اور جنہوں نے مسلمان کہلوانے کے باوجود روزے نہیں رکھے ان پر بھی گزر گیا مراد گنتی کے حساب سے گزارنا نہیں ہے اس کا مفہوم ہے کہ پورے دن تم نے رمضان کی برکتیں حاصل کیں اللہ کی رحمتیں پائیں اللہ کی بخشش حاصل کی اپنے گناہ معاف کروائے۔ اب تمہیں زیب دیتا ہے کہ لباس پہن کر زیب وزینت کر کے خوشبو لگا کر اللہ کی بڑائی بیان کرو اور دو رکعت نماز عید ادا کرو' کیونکہ اللہ نے تمہیں رمضان المبارک کو پانے کی توفیق بخشی۔ عید انکی ہے جنکے دل صاف ہو گئے دل بدل گئے سینے روشن ہو گئے عید اس کے لئے ہے جسے نبی کریم ﷺ کی غلامی نصیب ہو جن کے دل پر اسم محمد ﷺ سے چوٹ

پڑتی ہے وہ انقلاب آفرین لوگ ہوتے ہیں ان کے انقلاب قتل وغارت گری نہیں ہوتے ان کے انقلاب دوسروں کے لئے پریشانیاں پیدا کرنا نہیں ہوتے بلکہ یہ اس کے مصداق ہوتے ہیں۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمدؐ سے اُجالا کر دے

یہ محبتیں بانٹتے ہیں نفرتیں نہیں یہ ایسے عجیب لوگ ہوتے ہیں کہ عین میدان کارزار میں جہاں آگ برس رہی ہوتی ہے وہاں بھی یہ دوسرے کی بخشش کی تمنا کر رہے ہوتے ہیں اسکے لئے ہدایت کی آرزو رکھتے ہیں۔ تاریخ اسلام ان واقعات سے پُر ہے کہ مجاہد نے تلوار اٹھائی اور اس نے کلمہ پڑھ لیا تو مجاہد نے تلوار پھینک کر نومسلم کو گلے لگا لیا کہ میرا تیری ذات سے تو کوئی جھگڑا نہیں تھا میں تو تجھے ظلم سے روکنا چاہتا تھا اب تو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کو قبول کرتا ہے تو اس بارگاہ سے تو محبتیں سمندروں کی طرح بہہ رہی ہیں جو محبتیں سینہ اطہر رسول ﷺ سے تقسیم ہو رہی ہیں اسکی وسعتوں کے سامنے سمندروں کی وسعتوں کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں۔ اسکا حصول تو نصیب کی بات ہے۔ پھر بھی جب کوئی اسی بات کی شکایت کرے کہ رمضان سے اور اسلام سے محبت نہیں ملی تو پھر وہ اپنے آپ کو دیکھے اگر وہ رحمت الٰہی کی برستی بارش میں کہتا ہے کہ اس کے پیالے میں کچھ نہیں آیا تو پھر وہ اپنے پیالے کو دیکھے کہیں اس میں سوراخ تو نہیں کہیں اس نے اس کا رخ الٹا تو نہیں کر رکھا کیا اس کے پاس پیالہ واقعی ہے کیونکہ دین تو سب کے لئے ہے دین صرف مقدس ہستیوں کے لئے ہی نہیں ہے صرف مولویوں کے لئے ہی نہیں ہے نہ صرف پیر صاحب کے لئے ہے۔ دین اللہ کا فرمان ہے اللہ کا حکم ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقوں کا نام ہے دین اللہ کے سارے بندوں کیلئے ہے باب رحمت وا ہے گناہگاروں کے لئے کھلا ہے کہ آؤ اپنے گناہ نیکیوں میں بدل لو۔ یہاں پل بھر میں ایک مشرک مومن ہو سکتا ہے ایک کافر مسلمان ہو سکتا ہے تو ایک گناہگار مسلمان نیک کیوں نہیں ہو سکتا؟ کیا وہاں کوئی بورڈ لگا ہوا ہے کہ مولوی صاحب آئیں اور پیر صاحب آئیں انہیں رحمت ملے گی۔ نہیں، یہ اللہ کی رحمت کا ناپیدا کنار سمندر ہے اس نے حضور ﷺ کو رحمت العلمین بنایا ہے اس بارگاہ سے صدا دی جا رہی ہے کہ آئے جو چاہے آئے بلا روک ٹوک آئے پھر بدنصیب ہے وہ جو مسلمان بھی کہلاتا ہو اُسے رمضان بھی نصیب ہو اُسے جمعتہ الوداع بھی نصیب ہو اور پھر اس کا دل ویسے کا ویسا رہے اور وہ یہ کہے کہ اُسے تو کوئی فرق نہیں پڑا اُسے تو کچھ سمجھ نہیں آئی۔ اسے چاہیے کہ وہ دیکھے کہ کہیں نہ کہیں کوئی کمزوری ہے کہیں نہ کہیں کوئی نقص ہے ورنہ اللہ کے کریم ہونے کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں **فاعف عنھم واستغفر لھم**۔ اے میرے حبیب ﷺ ان گنہگار مسلمانوں سے درگزر فرمایئے ان سے خطائیں ہوتی ہیں آپ معاف فرما دیجیے آپ ﷺ ان کے امام ہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں آپ ﷺ ان کے لئے مجھ سے بخشش طلب کیجئے یہ جیسے بھی ہیں کمزور ہیں خطا کار ہیں ان میں لاکھوں انسانی کمزوریاں ہیں لیکن نام تو آپ کا لیتے ہیں میرے حبیب ﷺ اگر انہیں بخشش طلب کرنے کا شعور نہیں واستغفر لھم تو آپؐ ان کے لئے بخشش طلب فرمائیں۔

کیا کرم ہے! اللہ کی رحمت کا انداز دیکھئے منصب رسالت کی کرم فرمائیاں دیکھئے کہ ہم وہ لوگ ہیں جنہیں کوئی جانتا بھی نہیں ہم میں سے ایسے بھی ہیں جنہیں افراد خانہ بھی اہمیت دینے کو تیار نہیں۔ انہیں بھی اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ محروم نہیں فرماتا، ہر کلمہ گو کے لئے فرماتا ہے کہ آپ دست دعا اٹھایئے۔ کیا عجیب کرم ہے کہ ایک بندے پر رمضان بھی گزرا اس پر اللہ نے رحمتیں لٹائیں پکار پکار کر بلایا،

ایک ایک سجدے پر لاکھوں گنا اجر بڑھایا اور پھر بھی بندے کا دل صاف نہیں ہوا اس میں کمی رہ گئی تو میرے حبیب ﷺ آپ ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائیں کہ وہ آپ کے دامن سے وابستہ ہونے کا دعویدار تو ہے آپ اس کی خطاؤں سے درگزر فرما کر اپنے دست رحمت اٹھا دیں اس کے لئے بخشش طلب کریں۔

یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ ہمیں اپنا حال معلوم کرنا ہے نہ ہم کسی کے دل کا حال جانتے ہیں نہ کوئی ہمارے دل کا حال جانتا ہے ہمیں اپنے قلب کا جائزہ خود لینا چاہیے کہ جن کی بخشش کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا دیئے وہ ہاتھ خالی تو نہیں جائیں گی۔ رب کریم انہیں ضرور قبول فرمائے گا اور ان بندوں کو ضرور بخشے گا اور جو بخشے گئے ان کے دل یقیناً بدل گئے ان کی سوچیں بدلیں، ان کا کردار بدلا وہ بُرائی چھوڑ کر نیکی پر آ گئے۔ وہ ظلم سے باز آ کر عدل پر کاربند ہو گئے فحش کلامی چھوڑ کر اللہ کا نام لینے لگے وہ جس زبان سے لوگوں کی برائیاں کرتے تھے اس زبان پر اللہ کا ذکر جاری ہو گیا' درود شریف کے نغمے جاری ہو گئے اور اگر یہ تبدیلی نہیں آئی تو پھر ہمیں یہ سوچنا ہو گا کہ بخشش کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے اور اس میں بھی ہمارا تن نہیں بھیگا تو ہم کب بھیگیں گے ہماری بخشش کب ہو گی؟

اسلام رسومات ورواجات کا پابند نہیں اسلام قصے اور کہانیوں کا مذہب نہیں اسلام حقیقتوں کا مذہب ہے اسلام حقائق کی بات کرتا ہے اسلام ہر فرد و بشر کو ایک آزاد اور ذمہ دار فرد سمجھتا ہے اور اس سے توقع کرتا ہے کہ وہ خود کو جانچے اس نے بندے کو اس بات کی استعداد عطا فرمائی ہے اسی اختیار کے سبب اسی احساس ذمہ داری کے سبب اُسے اشرف المخلوقات بنا کر عزت بخشی ہے اور اسلام جیسی نعمت قبول کر کے وہ اللہ کی بے حد و حساب نعمتوں میں سے حصہ پانے کے قابل بنتا ہے پھر بشری کمزوریوں کے باعث جو کمیاں کوتاہیاں ہو جاتی ہیں ان کے لئے بھی اتنی شفقت فرماتا ہے کہ اپنے حبیب ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ اپنے دست مبارک اٹھا دیجئے واستغفر لھم ان کے لئے بخشش مانگیئے وشاورھم اوران سے قومی وملکی معاملات میں مشورہ فرمالیا کریں۔ آپ ﷺ کا ان کے لئے بخشش مانگنا انہیں اس رتبہ پر پہنچا دے گا کہ یہ امور سلطنت میں رائے دینے کے قابل ہو جائیں یہ قابلیت اُن میں کہاں سے آئے گی؟ جب ان کے لئے دست پیغمبر ﷺ بلند ہوں گے تو یہ بدل جائیں گے **فاذا عزمت فتوکل علی اللہ.** حضور ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ان سے مشورہ تو کیا کریں لیکن فیصلہ آپ کا ہو گا پھر جب آپ فیصلہ کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کریں **ان اللہ یحب المتوکلین** کہ اللہ اُن سے پیار کرتا ہے جو اس پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اللہ کریم بہتر جانتے ہیں کہ پھر یہ سعادت بھری ساعتیں کب آئیں گی تب تک کون ہو گا کسے نصیب ہوں گی میری ذاتی رائے میں تو اب بھی توبہ کا وقت موجود ہے اس لمحے میں موجود ہے اپنے آپ میں تبدیلی کرنے کی فرصت موجود ہے اب بھی دل سے اطاعت کا عہد کرنے کا لمحہ موجود ہے پچھلے رمضان المبارک میں کتنے لوگ ہمارے ساتھ تھے کچھ جمعے ہمارے ساتھ پڑھے آج وہ نہیں ہیں۔ ہمارے پاس کونسی ضمانت ہے کہ ہمیں دوبارہ رمضان کی سعادت ملے گی۔

اگر آج حضور ﷺ کے دست دعا بلند ہیں اور حضور ﷺ تو ہر آن ہر لحظہ اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کی رحمت برسانے کا کرم فرماتے رہیں گے لیکن یہ لمحہ حال یہ لمحہ موجود تو پھر نہیں آئے گا۔ میرے بھائی اپنا خیال کروا اپنی زندگی دیکھو اپنی سوچوں اور اپنی فکر کو اپنے کردار کو دیکھو اللہ یہ برکات حاضر وغائب سب مسلمانوں کو نصیب فرمائے۔ ....☆☆☆............

مومن ہو یا کافر شیطان سب کا دشمن ہے

ولا تتبعوا خطوٰتِ الشیطٰنِ ○ شیطان کے نقوش قدم پر مت چلو لیکن اُس سے پہلے یہ ارشاد فرمادیا کہ حلال اور طیب کھاؤ تا کہ تم اُس سے بچ سکو یعنی جو شخص محنت کرتا ہے' حلال طریقے سے روزی کماتا ہے' اس سے حلال رزق خرید کر کھاتا ہے اور اُسے طیب' پاکیزہ کر کے کھاتا ہے تو اللہ کریم اُس کی حفاظت فرماتے ہیں اور وہ شیطان کے نقش قدم پر چلنے سے بچ جاتا ہے جو انسان کا ازلی دشمن ہے۔ انہ لکم عدوٌ مبین. وہ تمہارا کھلا دشمن ہے مسلمان سے تو دشمنی ہے ہی' دوستی کافر سے بھی نہیں ہے۔ اس لئے یہ حکم یا ایھا الناس ساری اولاد آدم علیہ السلام کو دیا جارہا ہے کہ اگر کوئی نور اسلام سے بہرہ ور نہیں ہے اور شیطان کی گود میں بیٹھا ہے لیکن اگر وہ بھی یہ کوشش کرے کہ جائز وسائل سے حلال روزی حاصل کرے اور اُسے پاکیزہ کر کے کھائے تو عین ممکن ہے کہ اللہ کریم اُسے شیطان کے چنگل سے نجات دے دیں اور اُسے نور ایمان نصیب ہو جائے۔ جو شخص پہلے سے مومن ہے' جس کے پاس نور ایمان ہے' اُس کے نور ایمان میں مزید ترقی ہو اور اللہ کریم اُسے شیطان کی پیروی سے بچالیں اور اُسے مزید قرب الٰہی حاصل ہو۔ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے' وہ کسی کی بھی بہتری نہیں چاہتا۔

(ماخوذ از اکرم التفاسیر)

یونیک انٹرنیشنل گارمنٹس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

یو۔ کے ہوزری پل کوریاں' سمندری روڈ' فیصل آباد فون 041-2664028 041-2665971

سوال و جواب

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 11-07-2007

سوال۔ ایک شخص تین سال سے انٹرنیٹ پر ذکر کررہا ہے اور ہفتہ بھر سے دارالعرفان میں بھی ہے اس کے لطائف منور کیوں نہیں ہوئے؟

جواب۔ جب امور کو خلط ملط کر دیا جائے تو سمجھنے میں دشواری پیدا ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ لطائف کا منور ہونا ایک بات ہے اور خود بندے کو اس کا مشاہدہ ہونا دوسری بات ہے۔ یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں انہیں آپس میں خلط ملط کیا جائے تو سمجھ نہیں آتی۔ لطائف منور ہونے سے توفیق عمل نصیب ہوتی چلی جاتی ہے اور مشاہدات اللہ کا انعام ہیں یہ از قسم ثمرات ہوتے ہیں۔ مشاہدات نہ شیخ کے اختیار میں ہوتے ہیں نہ بندے کے اپنے اختیار میں یہ صرف اللہ کریم کے اختیار میں ہوتے ہیں اور یہ اس کی اپنی قدرت کاملہ ہے اور اسکی اپنی تقسیم ہے کہ وہ کس کو کس وقت کتنی قوت مشاہدہ عطا کرتا ہے انبیاء معصوم عن الخطا اور تمام مخلوق میں سے اعلیٰ ترین ہستیاں ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ انہیں ہر بات کا ہر وقت مشاہدہ کرا دیا جائے سیدنا ابراہیمؑ کے واقعے میں قرآن حکیم میں ملتا ہے **وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموٰت والارض** (الانعام ۷۵) کہ ہم نے ابراہیمؑ کو زمینوں اور آسمانوں کی بادشاہت کھول کر دکھا دی۔ مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ زمین کے تمام خزانے دھاتیں معدنیات نباتات اور دیگر اشیاء اُن کے فوائد استعمال کے طریقے اور انکی خصوصیات تفصیلاً اُن کے سامنے رکھ دی گئیں مثلاً یہاں تک کہ جڑی بوٹیوں کی تاثیر کیا ہے اُن کے اثرات کس طرح متاثر کرتے ہیں یہ سب کچھ اپنی تمام جزئیات کے ساتھ بتا دیا گیا۔ اسی طرح آسمانوں کی بادشاہت کیا ہے اس کی مخلوقات ان کا نظام، فرشتے ان کے کام ان کی رہائش ان کی ذمہ داریاں سب کی تمام تفصیلات آن واحد میں کھول کر حضرت ابراہیمؑ کے سامنے رکھ دی گئی۔ حضرت ابراہیمؑ کی ساری عمر مجاہدے کرتے بسر ہوئی انہوں نے ہجرتیں کیں، مقابلے کئے، آگ میں ڈالے گئے پھر عمر رسیدہ ہو گئے اور بڑھاپے میں سیدنا اسمٰعیلؑ عطا ہوئے پھر جب وہ آپؑ کے ساتھ چلنے کے قابل ہو گئے تو آپؑ کو حکم ہوا کہ اپنے لخت جگر کو اللہ کے لئے قربان کر دیں سورۃ الصفت آیت ۱۰۲ میں یوں بیان ہوا ہے کہ **فلما بلغ معہُ السعئی قال یٰبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذاتریٰ** اور جب بیٹے کو قربان کرنے کے لئے لٹایا تو اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی اور بیٹے کی آنکھوں پر بھی پٹی باندھ دی کہ کہیں شفقت پدری مانع نہ آئے اور نہ بیٹا والد کو دیکھ کر مچل جائے یہ انتظام کر کے وہ مطمئن ہو گئے اور اپنی طرف سے بیٹے کی گردن پر چھری چلا دی جب بیٹے کو ذبح کر کے اپنی پٹی کھولی تو دیکھا کہ دنبہ ذبح کیا ہوا پڑا ہے اور اسمٰعیلؑ پاس کھڑے مسکرا رہے ہیں یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے تو فوراً وحی آ گئی **قد صدقت الریا انا کذلک نجزی المحسنین** (الصفت آیت ۱۰۵) آپؑ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا یہ میرا کام ہے کہ میں نے اسمٰعیلؑ کی جگہ دنبہ رکھ دیا۔

اس واقعے کو دہرانے کا مطلب یہ ہے کہ مشاہدے کی حقیقت سے

آ گاہی ہو جائے کہ ایک طرف تو ابراہیمؑ کے لئے ایک لمحے میں ساری کائنات کھول کر رکھ دی اور دوسرے لمحے یہ چھوٹی سی بات نہیں بتائی کہ آپؑ کی بند آنکھوں کے نیچے انکے ہاتھوں کون ذبح ہو رہا ہے۔ جہاں کائنات کھول کر رکھ دی وہاں بھی انہی کا فائدہ مقصود تھا کہ اُن کے یقین میں وہ قوت عطا فرما دی جو اُن کی شان کے مطابق تھی اور جہاں یہ بات نہیں بتائی وہاں بھی اُن کا فائدہ تھا کہ اُن کے کمال اطاعت کو اُن بلندیوں پر پہنچا دیا یعنی جب مشاہدہ کروایا تو ابراہیمؑ کے فائدے کے لئے اور جب مشاہدہ نہیں کروایا تو بھی انہی کے فائدے کے لئے تو مشاہدات اللہ کے دست قدرت میں ہوتے ہیں رہی یہ بات کہ لطائف منور ہوتے ہیں یا نہیں تو یہ ایک نگاہ اور ایک ذکر میں منور ہو جاتے ہیں عملی زندگی میں مثبت تبدیلی کی فکر بیدار ہو جاتی ہے اس کے بعد سالک کی اپنی محنت ہے کہ وہ اس فکری بیداری کے بعد اعمال صالحہ کی کتنی کوشش کرتا ہے اور بندے کو مشاہدہ ہوتا ہے یا نہیں یہ الگ بات ہے کسی کو سارے مراقبات ہو جائیں اور اسے مشاہدہ نہ ہو تو یہ اللہ کی مرضی صرف اللہ کریم سب سے زیادہ بندے کی بہتری جانتے ہیں جب تائب ہو کر اللہ کی بارگاہ میں آ جاتا ہے تو رضائے الٰہی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ اُسے اپنے ذکر کی توفیق دیتا ہے' اُسے ایسے لوگوں سے ملا دیتا ہے کہ جہاں اُسے اللہ اللہ کی توفیق ہوتی ہے۔ اللہ کی رحمت اور اس کے کرم کی کوئی حد اور کوئی انتہا نہیں بخاری شریف میں ملتا ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص پیشہ ور قاتل یا ڈاکو تھا اس کے ہاتھوں ننانوے لوگ قتل ہو چکے تھے پھر عمر ڈھل گئی ایک دن اُسے اپنے ظلم وزیادتی کا بہت احساس ہوا اُس نے سوچا کہ اسے اس ظلم کی اللہ سے مغفرت طلب کرنا چاہیے اور آئندہ زندگی بہتر گزارنی چاہیے یہ سوچ کر وہ کسی عالم کی خدمت میں پہنچا انہیں اپنے بارے میں بتا کر رہنمائی کی درخواست کی اس پر وہ عالم بھڑک اٹھے کہ اتنے جرائم کر کے اب اسے توبہ کی سوجھی ہے اس طرح تلافی کیسے ہوگی جب کہ وہ اتنے بندوں کا قاتل تھا کہاں سے ان بندوں کو زندہ کرے گا اور اتنی زندگیاں کیسے لوٹائے گا اُن کے اس طرح برس پڑنے پر اس شخص نے ان عالم صاحب کو بھی قتل کر دیا کہ اسکی توبہ تو قبول ہونی نہیں لہٰذا غصے میں آ کر اُن کو بھی جان سے مار دیا لیکن اپنے کیئے کی ندامت اس کے نہاں خانہ دل میں موجود رہی پوچھتا پوچھتا کسی بزرگ کسی اللہ والے کی خدمت میں جا پہنچا انہوں نے فرمایا میاں بندے کے گناہ اللہ کی رحمت کو عاجز نہیں کر سکتے اسکی رحمت ہر شے سے وسیع تر ہے کوئی کتنا بھی گناہ کر چکا ہو اس کا علاج توبہ ہی ہے تم نے صحیح سوچا ہے اب تم کچھ عرصہ یہاں رہو' توبہ کرو' اللہ کو یاد کرو' دین سیکھو' دین پر عمل کرو اور کچھ عرصہ نیک صحبت میں رہو اس نے ایسا ہی کیا پھر ایک وقت آیا کہ انہوں نے فرمایا اب تمہاری تربیت ہو چکی اب تم اپنی جگہ پر رہ کر ذکر اذکار کرتے رہو لیکن وہاں نہ جانا جہاں تم پہلے رہتے تھے ایسا لگتا ہے کہ وہاں کا ماحول ایسا ہے کہ اس سے برانگیختہ ہو کر تم قاتل بن گئے تھے وہ ایسے لوگ ہیں کہ تمہیں دیکھ کر پھر پریشان کریں گے اور ہو سکتا ہے تمہیں اپنی توبہ پر قائم نہ رہنے دیں لہذا ایسے لوگوں کی بستی میں جانے کے بجائے فلاں بستی میں چلے جاؤ وہ لوگ نیک ہیں اللہ کو یاد کرنے والے ہیں وہاں تمہیں نیکی کا ماحول ملے گا اور نیک لوگوں کے ساتھ رہنے سے تمہیں اللہ کی توفیق ارزاں رہے گی چنانچہ وہ رخصت ہو کر نیکوں کی بستی کی طرف چل پڑا راستے ہی میں اس کی زندگی پوری ہو گئی اور جنت کے فرشتے جنت کی خوشبوئیں لیکر پہنچ گئے۔ جہنم کے فرشتے بھی جہنم کی زنجیریں بدبوئیں اور ڈراؤنے مناظر لے کر پہنچ گئے اور دونوں ہی اُسے اپنے ساتھ لے جانے پر مصر تھے۔ جہنم کے فرشتے کہتے ہیں کہ اس کی ساری زندگی کے گناہ اس بات کی دلیل ہیں کہ اسے ہمارے ساتھ ہی جانا ہے جنت کے فرشتے اسکی توبہ کو دلیل بناتے

اور اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں آخر دونوں نے بارگاہ الوہیت میں دعا کی کہ اب تو ہی اس بات کا فیصلہ فرما، اللہ کریم نے فرمایا اس نے بُرائی چھوڑ کر بُرے لوگوں کی صحبت چھوڑ کر نیکوں کی بستی کی طرف سفر شروع کر دیا تھا لہذا ایسا کرو کہ زمین ماپ لو اگر یہ نیکوں کے قریب پہنچ گیا ہے تو اسے نیکوں میں شامل کر لو اور اگر بُروں کے قریب ہے تو پھر اسے بُروں میں جانے دو۔ فرشتے جب زمین کی پیائش کرنے لگے تو حدیث شریف میں موجود ہے کہ اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ نیکوں کی طرف سمٹ جا اور دوسری طرف سے بڑھ جا یوں اللہ کریم مسبب الاسباب نے اسباب خود پیدا کر دیئے۔

جب بندے کو اللہ کو یاد کرنے کی توفیق ارزاں ہو جاتی ہے اللہ نیک صحبت میں بیٹھنے کی توفیق دے دیتا ہے اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا کر دیتا ہے تو یہی بات اس کی دلیل ہے کہ اس کے لطائف روشن ہیں اگر لطائف میں نورانیت نہ ہوتی تو ذکر قائم رکھنا آسان نہ ہوتا یہ ختم ہو جاتا بندہ دو دن چار دن محنت کرتا پھر چھوڑ بیٹھتا تو یہ کہنا درست نہیں کہ لطائف روشن نہیں ہوئے لطائف تو ایک نگاہ میں روشن ہو جاتے ہیں البتہ یہ الگ بات ہے کہ کتنے روشن ہوئے مولانا تھانویؒ سے بھی کسی نے یہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا صحن میں ایک نل ہے اس میں سے قطرہ قطرہ پانی رستا رہتا ہے اس کے فرش پر پانی کے گرنے سے ایک گڑھا بن چکا ہے کیا یہ گڑھا پہلے سے گرنے والے قطرات کا اثر ہے یا بعد والے قطرات کا؟ لوگوں نے عرض کی یہ اثر تو ہر قطرے میں ہے لیکن پتہ نہیں چلتا تو انہوں نے فرمایا جب نل سے پہلا قطرہ گرا تو اس نے اس گڑھے کی بنیاد رکھ دی لیکن یہ گڑھا نظر اس وقت آیا جب لاکھوں قطرے گر کر اپنا کام کر گئے کام ہر قطرے کا برابر ہے لیکن مسلسل پانی گرنے سے یہ نظر آنے لگ گیا لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ پہلے قطرے نے کام نہیں کیا تو فیق ذکر کا ہو جانا خود اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کی رضا سے کام ہو رہا ہے لطائف منور ہیں، گاڑی چل رہی ہے یہ اللہ کے کرم کی دلیل ہے لطائف کو منور دیکھنا اور مشاہدہ کرنا یہ الگ بات ہے۔ اللہ کریم کسی کو مشاہدہ کروا دے کسی کو بالکل نہ کروائے اس کے بارے کچھ نہیں کہا جا سکتا صوفیا کی تربیت کا انداز مختلف ہوتا ہے صوفیا نے اہل اللہ کے بارے لکھا ہے کہ جو لوگ مزاجاً کمزور ہوتے ہیں اور جن کے ڈگمگانے کا خطرہ ہوتا ہے انہیں مشاہدات جلدی کروا دیئے جاتے ہیں اس راستے پر قائم رہنے کا اللہ کریم اُن کے لئے یہ سبب بنا دیتے ہیں اور جو لوگ مضبوط ہوتے ہیں جن کا معیار عملی زندگی ہوتا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ اللہ کرنے سے پہلے اُن کے اعمال نیک نہیں تھے اگر اعمال صالحہ کرتے تھے تو بھی اُن میں خلوص نہیں تھا جیسا کہ انہیں ذکر کے بعد نصیب ہوا ہے اور وہ اس تبدیلی کو معیار بنا کر اس پر جمے رہتے ہیں عموماً انہیں مشاہدات کم ہوتے ہیں۔

جن لوگوں کو مشاہدات ہوتے ہیں وہ لوگ اپنی بہت سی محنت کا بدلہ اس دنیا میں وصول کر لیتے ہیں جس طرح دعا کے بارے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ مومن کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی ہاں اسکی قبولیت کے انداز مختلف ہوتے ہیں ایک یہ ہوتا ہے کہ جیسے ہی کسی نے دعا مانگی ویسے ہی وہ قبول ہو گئی دوسرا انداز یہ ہے کہ وہ دعا مانگتا رہا لیکن وہ چیز اس کے حق میں بہتر نہیں تھی اللہ نے اس کا متبادل اسے دے دیا جیسا کہ ماں بچے سے ضرر رساں چیز لے کر کوئی کھلونا اسے دے دیتی ہے کہ بچے کو وہ سمجھ نہیں جو اس کی ماں کو ہے اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر اللہ کریم ہی جانتے ہیں کہ کس کے لئے کیا بہتر ہے تو اس لئے جو مفید شے ہو وہ اسے عطا کر دیتے ہیں اور وہ نہیں دیتے جس کی وہ خواہش کرتا ہے۔ شرعی صورت یہ ہے کہ دعا تو قبول ہو گئی لیکن اس کے ظہور کا وقت اللہ کریم ہی بہتر جانتے ہیں کسی نے آج دعا مانگی لیکن وہ نعمت چند سالوں بعد نصیب ہوئی تو اس نعمت کے ملنے کا بہتر وقت اللہ کریم ہی جانتے

ہیں اور اسی کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں چوتھی صورت یہ ہے کہ اس کی دعا اس کے حق میں محفوظ کر دی جاتی ہے اور یہ بات بندے اور رب العالمین کے درمیان رہتی ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ وزن اعمال کے وقت جب فرشتے سب کچھ حاضر کر دیتے ہیں تو اللہ کریم ان دعاؤں کو ان کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دیتے ہیں جو دعائیں دنیا کے لئے قبول نہیں ہوئی تھیں تو اس وقت بڑے بڑے مستجاب الدعوات آرزو کریں گے کہ کاش انکی کوئی دعا دنیا میں پوری نہ ہوئی ہوتی اور میدان حشر میں کام آتی۔ تو مشاہدہ ایک طرح کا بدلہ ثواب یا جزا ہے جو صاحب مشاہدہ اپنے مجاہدات کے عوض اس دنیا میں کسی قدر پالیتا ہے۔ حضور ﷺ کہ فرماتے ہیں جنت میں کوئی افسوس یا حسرت نہیں ہوگی سوائے اس کے کاش مزید کچھ نیکیاں کر لیتا کچھ مزید تلاوت' مزید سجدے' مزید نوافل' مزید مجاہدہ کیا ہوتا' اللہ کی راہ میں شہید ہو جاتا اللہ کے لئے بہت سی دولت لٹا دیتا یعنی مزید محنت و مجاہدہ کرنے کی حسرت کے سوا کوئی حسرت نہ ہوگی۔

لطائف منور ہونے کے لئے مراقبات کے ہونے کے لئے مشاہدہ ضروری نہیں۔ ان کی حقیقی پہچان عملی زندگی ہے انوارات کی روشنی کی پہچان بھی عملی زندگی کی بہتری ہے جس قدر نورانیت لطائف میں آئے گی جس قدر مراقبات نصیب ہوں گے اس کا اثر اس قدر عملی زندگی پر پڑے گا گناہ سے نفرت بڑھتی جائے گی نیکی سے محبت ہوتی چلی جائے گی اور لطائف کے منور ہونے سے ایسا ضرور ہوتا ہے! لیکن ہمارے معیار بھی عجیب ہیں ہر شخص بایزید بسطامیؒ تو نہیں بن سکتا! قرآن نے اللہ کے دوستوں کا معیار بتایا ہے **اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور**. ہر مومن اللہ کا ولی ہے اس کا دوست ہے۔ ہمارا یہ کہنا کہ فلاں ولی اللہ ہے یہ ہمارا حسن ظن ہے اور الگ بات ہے اور اللہ کا یہ فرمانا کہ وہ اس کا دوست ہے یہ بالکل مختلف بات ہے اور یہ بات اللہ کریم ہر بندہ مومن کے ساتھ فرما رہے ہیں اور یہ بہت عظیم بات ہے کہ **اللہ ولی الذین امنوا** اس کی ولایت کی دلیل کیا فرمائی؟ **یخرجھم من الظلمت الی النور** ولایت الٰہی کا اثر یہ ہے کہ اس کا سفر تاریکی سے روشنی اور ظلمت سے نور کیطرف ہونے لگا برائیاں چھٹنے لگیں نیکیاں ہونے لگیں ہر بندے کی اصلاح کے درجے بھی مختلف ہوتے ہیں کوئی پل بھر میں سو فیصد بدل جاتا ہے بعض بُرائی کرنا نہیں چاہتے لیکن اُن سے بُرائی سرزد ہو جاتی ہے کیونکہ انہیں مکمل علم حاصل نہیں ہوتا وہ بُرائی کی اس صورت سے آگاہ نہیں ہوتے گویا ان کا علم اس کے متعلق پورا نہیں ہوتا جیسے اکابر صحابہ عہد جاہلیت میں بھی بت پرستی نہیں کرتے تھے اور معاشرے میں رائج عمومی گناہوں سے دور رہتے تھے لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے؟ نیکی کیا ہے؟ اللہ کی ذات کیسی ہے؟ اسکی صفات کیسی ہیں؟ یہ تو حضور ﷺ نے مبعوث ہو کر بتایا اور انہوں نے اسے سو فیصد قبول کر لیا لیکن جب تک نہیں جانتے تھے تب تک اس سے بے بہرہ تھے تو بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو فطرتاً اور مزاجاً بُرائی کو پسند نہیں کرتے لیکن اُن کے پاس یہ معلومات نہیں ہوتیں کہ بُرائی کی کیا صورتیں ہیں اور نیکی کیا ہے؟ ایسے لوگوں کو جب یہ علم حاصل ہو جائے تو وہ سو فیصد بدل جاتے ہیں کچھ کے مزاج میں بُرائی داخل ہو چکی ہوتی ہے پھر انکی اصلاح رفتہ رفتہ ہوتی ہے جیسے نہایت میلے کپڑے کو دھوتے ہیں جوں جوں صابن لگاتے ہیں اور اُسے پٹختے ہیں اس سے میل نکلتا چلا جاتا ہے اسی طرح ایسے شخص کے کردار سے بُرائیاں نکلنا شروع ہو جاتی ہیں اور انسان قدم بہ قدم نیکی کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔ ہر بندہ اپنے حال اپنی سوچوں سے خوب واقف ہوتا ہے وہ خود سمجھتا ہے کہ واقعی اسے بُرائی سے چڑ ہونے لگی ہے اسکا سفر نیکی کی طرف ہو رہا ہے عبادات میں پہلے کی نسبت باقاعدگی اور پختگی آنے لگی ہے عملی زندگی میں مثبت

تبدیلی آتی چلی جاتی ہے یہ سب ثمرات لطائف کے منور ہونے سے نصیب ہوتے ہیں جس میں بہترین انعام توفیق عمل ہے۔ اس کے ساتھ مشاہدات اللہ کا انعام ہے۔ مشاہدات یا کشف کا ہونا ضروری نہیں عملی زندگی میں بہتر تبدیلی کا آنا بے حد ضروری ہے اور یہ سب سے زیادہ مضبوط دلیل ہے اور اگر کسی شخص کو مشاہدات ہوتے ہیں اسے غیبی چیزیں نظر آتی ہیں لیکن وہ عملی زندگی میں بُرائی کی طرف جا رہا ہے تو اُسے استدراج حاصل ہے، کشف نہیں۔ استدراج زیادہ تر ہندو جوگی کرتے ہیں ذہنی توجہ کی یکسوئی کے ذریعے مختلف تصویریں یا مناظر اس کے سامنے آتے ہیں جو شیطان کے دخل انداز ہونے سے سامنے آتی ہیں اور ایسا بندہ جسے کشف کہتا ہے وہ کشف نہیں استدراج ہوتا ہے۔

اہل اللہ کو جو کشف و مشاہدہ ہوتا ہے وہ اللہ کا انعام ہے وہ ہمارا رب ہے جو ہر ضرورت مند کی ضرورت سے واقف ہے جب کسی چیز کو ضروری سمجھتا ہے عطا کر دیتا ہے اور جس کی ضرورت نہیں ہوتی وہ دنیا میں عطا نہیں کرتا اُس کے لئے محفوظ رکھتا ہے تو یہ نہ سوچا جائے کہ اگر انوارات نظر نہیں آ رہے تو لطائف منور نہیں یا دل کی دھڑکن میں تیزی نہیں آ رہی تو دھڑکن کا تیز ہونا مقصد نہیں لطائف جاری ہونے کا مطلب ہے کہ ان میں اللہ کے نور سے روشنی آئے تاریکی مٹے اور عملی زندگی میں توفیق عمل عطا ہو جائے نیکی کی توفیق ارزاں ہو اور بندہ نافرمانی سے بچ سکے۔

سوال۔ جو ساتھی دنیا سے رخصت ہو چکے کیا وہ عالم برزخ میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر صحبت شیخ سے مستفید ہو سکتے ہیں؟

جواب۔ موت زندگی کا خاتمہ نہیں بلکہ دائمی زندگی کی ابتدا ہے اسلامی عقیدے کے مطابق موت جسم پر وارد ہوتی ہے روح پر نہیں روح جب جسم سے نکلتی ہے تو بدن کا عمل ختم ہو جاتا ہے روح کا جسم سے وہ تعلق منقطع کر دیا جاتا ہے جس سے دنیوی حیات وابستہ رہتی ہے اسے موت کہتے ہیں جب تک بدن اور روح اکٹھے ہوں بدن کا رشتہ روح کے ساتھ قائم ہو وجود انسانی اچھا یا بُرا عمل کرنے کے قابل رہتا ہے جب روح کا تعلق بدن سے ختم ہو جائے تو بدن کا کام مکمل ہو جاتا ہے جو کچھ اُسے دنیا میں کرنا تھا وہ کر چکا لیکن روح کے لئے نہ موت ہے نہ فنا اس لئے کہ قرآن حکیم میں آ چکا ہے قل الروح من امر ربی کہ کہہ دیجیئے روح امر ربی میں سے ہے۔ امر صفت باری ہے مخلوق نہیں اور مخلوق کے لئے فنا ہے لیکن صفات باری کو دوام ہے۔

موت کے بعد برزخ میں قیام ہے یہ قیام قیامت تک کے لئے ایک انتظار گاہ ہے۔ حضرت آدمؑ کے زمانے سے لوگ دنیا سے رخصت ہونا شروع ہوئے اور اب تک جا رہے ہیں وہ سب اس انتظار گاہ میں ہیں یہاں روح کو جو قیام گاہ دی جاتی ہے وہ اس کے اس دنیوی کردار پر منحصر ہوتی ہے جو روح نے بدن کیساتھ ملکر دنیا میں اپنایا انسان کے دنیوی کردار پر جو اخروی نتائج مرتب ہوتے ہیں انہی کے مطابق برزخ میں قیام گاہ ملتی ہے مشرک و کافر کی جگہ اپنے انجام کے مطابق ہوتی ہے اور مسلمان کی جگہ اپنے عقیدے کے مطابق مسلمان بھی ہو مگر اعمال اچھے نہ ہوں تو جو نتیجہ آخرت میں ملنا ہے اُس کے مطابق وہاں کی انتظار گاہ ہوتی ہے اگر نیک و صالح شخص ہے تو انتظار گاہ میں اس کا ایک خاص درجہ ہے اس سے اوپر شہید ہے اس کے بارے اللہ کریم نے فرمایا اسے مردہ نہ کہو۔ اسکی دنیوی حیات ختم ہو جاتی ہے لیکن اس کا بدن پھر بھی زندہ رہتا ہے اسکی روح کا بدن سے وہ تعلق منقطع ہو جاتا ہے جو دنیا کی زندگی کے لئے ضروری تھا لیکن بدن کے ساتھ ایسا تعلق قائم رہتا ہے کہ بدن تر و تازہ رہتا ہے سلامت رہتا ہے اور خراب نہیں ہوتا اور سب سے اعلیٰ حیات انبیاء کی ہے جن کے اتباع سے لوگوں کو شہادت نصیب ہوتی ہے۔

اس بنیادی بات کو سمجھنے کے بعد سوال کا جواب واضح ہو جاتا ہے کہ برزخ میں کوئی کتنا بھی درجہ پالے دنیا میں اگر اس کی روح کو قوت پرواز نصیب تھی تو برزخ میں بھی اس کے پاس یہ قوت ہوگی اگر اس نے یہ قوت دنیا میں حاصل نہیں کی تو اپنے مقام پر رہے گی اور جس طرح دنیا میں ایک خاص حد پر پہنچ کر ایک استعداد نصیب ہو جاتی ہے کہ ترقی درجات نصیب رہتی ہے اسی طرح ان کیفیات کا حامل شخص جب برزخ میں پہنچتا ہے تو اگرچہ اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے لیکن کیفیات کو سنبھال کر برزخ لے جانا بھی ایک عمل ہے خلوص سے اتباع رسول ﷺ میں حق کے لئے جان ہار دینا وہ عمل ہے جس پر شہادت کا اجر مرتب ہوتا ہے اسی طرح وہ مقامات حاصل کر لینا کہ دور و نزدیک بیٹھے خود توجہ ملتی رہے اور ترقی درجات ہوتی رہے تو ان مقامات کے حاملین جب برزخ پہنچتے ہیں تو انہیں وہاں کی برکات' کیفیات اور لذات میں ترقی نصیب ہوتی رہتی ہے رہی یہ بات کہ برزخ میں با قاعدہ توجہ دی جائے تو وہ اسی طرح سے ہے جس طرح ایصال ثواب کیا جاتا ہے کہ بندہ کسی بھی دن جب نیک کام کر کے اس کا ثواب دنیا سے جانے والوں کو بخشتا ہے تو اللہ کریم وہ ثواب یا اجر اس روح تک پہنچا دیتے ہیں اس طرح اس روح کے درجات بڑھتے رہتے ہیں اگر واقعی کسی روح کو کوئی شیخ دنیا سے توجہ دے اس کا اثر ایصال ثواب کے اثر کیطرح ہوتا ہے منازل بھی کرائے جاسکتے ہیں لیکن یہ بہت کم ہوتا ہے یہ من جانب اللہ ہوتا ہے کسی کو نصیب ہو تو اللہ کریم وہ کیفیت پیدا کر دیتے ہیں برزخ میں ایسی توجہ عموماً ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جن کو دنیا میں اس کے حصول کی بڑی طلب دلی تمنا آرزو اور خواہش ہوتی ہے حصول برکات کی اس آرزو کو لیکر وہ برزخ جاتے ہیں تو اللہ کریم اُن کے لئے ایسے اسباب بنا دیتے ہیں کہ انہیں برزخ میں توجہ نصیب رہتی ہے۔

انسانی مزاج کتنا عجیب ہے اس کے پاس جب کوئی چیز نہ ہو تو اُسے اس کی بڑی طلب ہوتی ہے اور جب وہ اسے مل جائے تو اسکی اہمیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ چیز زندگی کا معمول بن جاتی ہے مثلاً جس شخص کے پاس گاڑی نہ ہو اُسے زندگی بھر گاڑی رکھنے کی تمنا رہتی ہے جس دن اللہ کریم اسے گاڑی دے دیتے ہیں پھر اس کے لئے گاڑی کا ہونا کوئی اہم بات نہیں رہتی یہ اس کا روزمرہ کا ایسا عمل بن جاتا ہے کہ اُسے یہ احساس ہی نہیں رہتا کہ کبھی اس کے پاس گاڑی نہیں تھی اور اب یہ نعمت اس کے پاس ہے بہت کم لوگ ایسی سوچ رکھتے ہیں کہ انہیں نعمت کے نعمت ہونے کا احساس رہے۔ کچھ اسی طرح کا معاملہ تصوف کے ساتھ بھی ہوتا ہے لوگ بڑے ذوق و شوق سے اس میں داخل ہوتے ہیں جب کچھ چل پڑتے ہیں تو اسے عام بات سمجھتے ہیں نہ ہونے سے کچھ ہونا تو بہتر ہے لیکن اگر اس کی اہمیت کم ہو جائے تو برکات کا ملنا بھی کم ہو جاتا ہے اور اگر کسی کا شوق تازہ رہے تو یہ اس کے کھرے اور مخلص ہونے کی نشانی ہے لیکن ایسا کم ہوتا ہے مثلاً آج اپنی ظاہری حالت سے اندازہ کریں اکثر سوال وہ کئے جاتے ہیں جن کے جواب میری اکثر تقریروں اور تحریروں میں موجود ہوتے ہیں دلائل السلوک اور دیگر تصانیف میں موجود ہیں احباب مطالعہ نہیں کرتے اور وہی سوال دہراتے ہیں بیعت کیا ہے؟ اسکی اقسام یہ سب تحریر و تقریر میں موجود ہے بہر حال نئے ساتھیوں کے لئے دوبارہ بتاتا چلوں بیعت کا مفہوم یہ ہے کہ جب بندہ خلوص دل سے طے کرتا ہے کہ اسے اپنی زندگی کو تبدیل کرنا ہے جو وقت ضائع ہو چکا ہے اس کا کفارہ ادا کرنا ہے خلوص دل سے توبہ کر کے زندگی کو دین پر چلانا ہے تو اللہ کریم اس کے لئے اسباب پیدا فرماتے ہیں اگلا مرحلہ ایسے بندے تک پہنچنا ہے جس کو اپنا مربی' شیخ' استاد بنایا جائے کہ وہ رہنمائی کرے مزاج میں بُرے اور بھلے کی تمیز سمو دے۔ ظاہری استاد تعلیمات نبوت ﷺ

سے آشنا کرتے ہیں بُرے اور بھلے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ علمائے ربانی برکات نبوی ﷺ کو اپنے سینے سے طالبین کے قلوب میں انڈیل دیتے ہیں جس سے دل روشن ہوتے ہیں برکات نبوت نصیب ہوتی ہیں۔ تجلیات باری عطا ہوتی ہیں اور مزاج میں نیکی کی خوشبو رچ بس جاتی ہے۔

آج ہم ظاہری بیعت لے لیتے ہیں کہ اس ظاہری وابستگی سے بھی شعوری طور پر ایک جگہ سے وابستہ ہونے کا احساس رہے تو کچھ نہ کچھ دین سیکھتا رہتا ہے بہت سی برائیوں سے بچا رہتا ہے لیکن یہی چیز رسم بن رہی ہے ساتھی آجاتے ہیں حضرات بھی اور خواتین بھی میں کپڑا پکڑ کر بیعت کر لیتا ہوں لیکن اکثریت خانہ پُری کرتی ہے کہ بس بیعت ہو گئے۔ بیعت کیا ہے؟ اسکے تقاضے کیا ہیں؟ کیسے پورا کرنے ہیں؟ کیا محنت کرنی ہے؟ اس طرف توجہ نہیں دی جاتی نتیجہ یہ ہے کہ بیعت سے پہلے کے کردار اور بعد کے کردار میں کوئی فرق نہیں آتا۔

ہمارے ہاں نسبت اویسیہ میں تو پہلے کوئی بیعت لیتا ہی نہیں تھا ایک سادہ سا اصول تھا محنت کرو۔ فنافی الرسول ﷺ ہو گے تو بارگاہ رسالت پناہی میں بیعت سے بہرہ یاب ہو جاؤ گے نہیں تو محنت کرتے رہو اسکی طلب میں زندگی بسر کر جاؤ۔

پھر زمانے میں بُرائی اس طرح در آئی کہ صرف اعمال صالحہ میں ہی کمی نہ آئی بلکہ لوگوں کے عقائد تباہ ہونے لگے پھر مشائخ کے ہاں طے پایا کہ ظاہری بیعت کروانا شروع کر دیں تو بجائے بدعقیدہ لوگوں کے پاس جانے کے نیکوں کی صحبت میں بیٹھیں گے تو ایک تعلق بنے گا کچھ نہ کچھ سیکھیں گے یوں ظاہری بیعت کا سلسلہ ہمارے ہاں شروع ہوا اور یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ لیکن لوگ اس سارے عمل سے آشنا نہیں ہوتے جو لوگ بیعت ہوتے ہیں وہ خود اپنا تجزیہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ لوگ جب یہاں آتے ہیں تو وہ پہلے سے یہ طے کر کے نہیں آتے کہ انہیں اپنی زندگی کی ڈگر بدلنی ہے اس کے لئے قوت چاہئے وہ قوت برکات نبوی ﷺ سے ملتی ہے شیخ برکات نبوی ﷺ کے امین ہوتے ہیں ان کے پاس بیٹھنے سے یہ قوت اسے نصیب ہوتی ہے جو خلوص دل سے اسکو طلب کرتا ہے۔ اس سوچ کے بغیر کوئی آجائے تو یہاں والے اسے پھنسا لیتے ہیں کہ اگر آ ہی گئے ہو تو بیعت ہو جاؤ وہ بیعت ہو جاتے ہیں پھر وہ خانہ پُری ہوتی ہے نہ فکر نہ کردار نہ طرز عمل کچھ بھی نہیں بدلتا وہ وہی رہتے ہیں جو بیعت سے پہلے تھے اس لئے کہ وہ بدلنے کے لئے آتے ہی نہیں نہ اس کے لئے محنت کرتے ہیں۔

اس طرح کرنے سے کیا حاصل ہوگا؟ بلکہ ایک جرم اور بڑھ جائے گا۔ یعنی اگر کسی کو کوئی مرض ہے یا مرض اتنا بڑھ گیا کہ دوا سے فائدہ نہیں ہو رہا۔ یہی مثال بیعت پر لاگو کر لیں۔ اگر اصلاح نہیں ہو رہی تو بیعت غلط جگہ کر لی ہے اگر بیعت صحیح جگہ کی ہے تو پھر اصلاح نہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟ اُسے اپنا تجزیہ کرنا چاہیے کہ خرابی کہاں ہے اور اسکی اصلاح کیسے ہو؟ برزخ کا تعلق بھی بیعت کے ذریعے ہونے والے اسی تعلق پر استوار ہے تو جب ہم بیعت کرتے ہیں اور اللہ کو پانے کے لئے برکات نبوی ﷺ کے حصول کے لئے بیعت کرتے ہیں تو ہمارا شیخ کے ساتھ رشتہ مخلصانہ ہوتا ہے اسی خلوص پر برکات نصیب ہوتی ہیں جو افکار و کردار کو مثبت تبدیلی عطا کرتی ہیں۔ اگر تعلق مخلصانہ نہ ہو تو برکات کہاں سے نصیب ہوں گی جس کا جس سے تعلق قلبی ہو وہ ویسا ہونا چاہتا ہے ویسا حلیہ اختیار کرنا پسند کرتا ہے اور ویسے ہی نتائج حاصل کرتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا **من تشبہ بقوم فھو منھم** او کما **قال رسول اللہ** ﷺ کہ جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے میدان حشر میں وہ انہی لوگوں کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا۔ علامہ ابن خلدون نے مقدمہ ابن خلدون میں اس بات پر بحث فرمائی ہے کہ کسی قوم کا لباس اپنانے سے کیا ہوتا ہے یعنی ایسا لباس جو کسی قوم کی پہچان

ہواس قوم کی شناخت ہو وہ لباس اختیار کرنے والے کو کیا نقصان پہنچتا ہے؟ جس کے بارے حضور ﷺ نے وعید سنائی ہے بڑی سختی سے فرمایا ہے اور بڑی سخت سزا سنائی ہے ۔ اس کے مطابق اگر کسی کا حلیہ ہندوؤں سے ملتا ہے تو قیامت کے دن وہ ہندوؤں کے ساتھ کھڑا ہوگا خواہ وہ نمازیں بھی پڑھتا رہے اس عمل کا تجزیہ کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جس قوم کی وضع قطع اختیار کی جائے اس کا اثر یہ ہے کہ اس قوم کی بُرائیاں ہلکی محسوس ہونے لگتی ہیں خواہ وہ شخص انکے عقیدے وعمل کی بُرائیوں میں مبتلا نہ بھی ہو لیکن ان کی خرابیاں اُسے خرابیاں محسوس نہیں ہوتیں اگر ہوں تو وہ کبھی بھی اُن جیسا بننا نہیں چاہتا اس لئے کہ مشابہت اختیار ہی تب کی جاتی ہے جب کسی کا دل مانے ۔ دل بُرائی کے ساتھ وابستہ کسی بھی چیز کو اپنانے سے گریز کرتا ہے ۔ مشابہت اختیار کرنے سے پہلے بُرائیاں ہلکی محسوس ہوتی ہیں پھر بُرائیاں خامیاں نہیں لگتیں اور پھر خرابیاں بھلائیاں لگنے لگ جاتی ہیں ۔ یہ وہ نتیجہ ہے جس کیلئے کفار ومشرکین کی شناخت اپنانے کے بدانجام سے باخبر کر دیا گیا ہے ۔ اسی لئے صرف اسلام قبول کر لینا ہی اسلام نہیں ہے بلکہ ردکفر کو مقدم رکھا گیا ہے ۔ اسلام لا الہٰ سے شروع ہوتا ہے کہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں یعنی کفروشرک کو پہلے رد کیا جائے اُن کا انکار کیا جائے اس کے بعد قبول کیا جائے کہ الا اللہ ہاں مگر اللہ عبادت کے لائق ہے توحید کو قبول کرنے سے پہلے ہر طرح کے کفروشرک کے انکار کو رکھا گیا ہے اسی طرح نیکی سے مراد یہ ہے کہ بُرائی کا رد کیا جائے اسے بُرا سمجھا جائے اگر بُرائی کو قبول کر لیا جائے تو نیکی کی کوئی اہمیت نہیں رہتی ۔ ایک آدمی کلمہ بھی پڑھتا ہے اور شرک بھی کرتا رہے تو اس کے کلمہ پڑھنے کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی ۔ منافقین کی یہی نشانی بتائی گئی ہے اور منافقین کا یہی عمل ہے کہ دل میں کفروشرک ہو اور زبان پر کلمہ ۔ اسی لئے منافقین کی سزا کفار سے زیادہ رکھی گئی حالانکہ کافر تو کوئی عمل بھی مسلمانوں جیسے نہیں کرتا اور منافق بظاہر عمرہ بھی کر لیتا نمازیں بھی پڑھ لیتا تھا ظاہری نیکی تو بہت ساری کر لیتا ہے لیکن اسے سزا کافر سے بھی زیادہ دی گئی لیکن یہ اللہ کے ہاں مقبول نہیں کہ کچھ باتیں اسلام کی کر لیں اور دل میں کفروشرک رکھا ۔ اُسے ظاہری اعمال کرنے کے باوجود زیادہ سزا اس لئے دی گئی کہ اس نے اسلام کو حق نہیں سمجھا وہ خلاف اسلام باتوں پر عمل پیرا رہا اسلام کو دنیوی مفادات کے حصول کا ذریعہ بنایا ۔ مسلمان کہلوا کر اسلامی معاشرے سے فوائد حاصل کئے اسلام کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نہیں اپنایا دنیاوی فوائد کے حصول کے لئے اپنایا اس لئے منافقین کو تمام جہنمیوں سے نیچے رکھا جائے گا اور تمام دوزخیوں کا خون اور پیپ ان کی غذا ہوگی ' تو جب منافقوں سے مشابہت ظاہری اختیار کی جائے گی تو رفتہ رفتہ انکی عادات وخصائل بھی سرایت کر جائیں گے اور انجام کار انہی کیساتھ حشر نصیب ہوگا ۔

اس کی بہت سی مثالیں ہمارے معاشرے میں نظر آتی ہیں خواتین نے پہلے پردے کو خیر باد کہا اب بے لباس ملبوس پہنے جاتے ہیں جو ملبوس جسم کیساتھ چمٹا ہوا ہو ' جسم جھلکتا ہو ' وہ ایسا ہے جیسے کوئی بے لباس ہو اور آدھا جسم برہنہ ہو ۔ آدھے بازو ' آدھی ٹانگیں سر اور سینہ برہنہ ہو درمیان میں کہیں لباس کے نام پر چند چیتھڑے لٹک رہے ہوں تو یہ برہنگی ہے بے لباسی ہے جسے لباس کا نام دیا گیا ہے ۔ جو خاتون بے لباس ہو سکتی ہے وہ کوئی بھی بُرائی کر سکتی ہے یہ ایک فطری نتیجہ ہے اس لئے کہ کسی بھی خاتون کے لئے برہنگی قبول کرنا اور اسے برداشت کرنا اتنا مشکل ہے کہ اس کے لئے مرجانا آسان ہے برہنہ ہونا ناممکن ہے لیکن اگر کسی نے یہ قبول کر لیا تو اس کا مطلب ہے کہ اس کے اندر سے عورت پن ختم ہو گیا ۔ عورت ہونے کی عظمت نہ رہی اس کے اندر کی عورت مر گئی وہ عورت نہیں رہی اس لئے شریعت میں باپردہ خاتون

کو بے پردہ عورت سے پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس طرح نامحرم مردوں سے پردے کا حکم ہے اسی طرح بے پردہ خاتون سے پردہ کرنے کا حکم ہے۔ ایسی برہنہ، بے لباس کو اپنانے والی عورت کی کوئی شرعی حرمت باقی نہیں رہتی۔ جس طرح جانور اپنی کھال میں ہی گھومتے رہتے ہیں اور اُن سے کوئی پردہ نہیں کرتا نہ اُن کی بے لباسی کی پرواہ کی جاتی ہے اسی طرح جو خواتین جسم کے حصے ننگے رکھتی ہیں انکی شرعی حرمت از خود ختم ہو جاتی ہے امام شافعی کا واقعہ ہے آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے اور چند شاگرد پندرہ بیس قدم آگے چل رہے تھے ایک جگہ جا کر وہ رُک گئے امام صاحب نے پوچھا تو پتہ چلا کہ آگے چند خواتین لب نہر نہا رہی ہیں اور بیشتر بے لباس ہیں امام صاحب نے فرمایا لا حرمتہ لھن جو عورت سر میدان بے پردہ بیٹھی ہیں اس کی کوئی شرعی حرمت نہیں اب وہ کسی احترام کی مستحق نہیں انہوں نے اپنا احترام کھو دیا جس طرح حیوان بے لباس پھرتے ہیں اسی طرح یہ بے لباس بیٹھی ہیں ان سے اپنی نظریں بچا کر گزر جاؤ۔ اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ ایسے لباس جو غیر اقوام کی پہچان اور شناخت بن چکے ہیں انہیں پسند کرنا اور اختیار کرنا کن نتائج کا حامل ہے بے لباس ہونا جن اقوام نے شعار بنایا اُن کا کردار کیا ہے انکے ہاں زندگی کیسے بسر ہوتی ہے یہ سب کو پتہ ہے پھر ہم جب اُن کے شعار اپناتے ہیں تو ان کی بُرائیاں رفتہ رفتہ ہم میں بھی آ جاتی ہیں یعنی جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں ضم ہو جاتا ہے۔

صحاح ستہ کے ہر باب سے معروف احادیث جمع کر کے ایک مجموعہ بنایا گیا اس کا نام ''مشکوٰۃ'' ہے اس حدیث من تشبہ...... کی شرح میں صاحب مشکوٰۃ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ فرعون کے دربار میں ایک مسخرہ تھا جو حضرت موسیٰؑ کی نقل مزاحیہ انداز میں اُتارتا اور بادشاہ و درباریوں کو محظوظ کیا کرتا تھا۔ نبیؑ کی نبوت کا انکار کفر ہے مخالفت شدید جرم ہے اور مذاق اڑانا اس سے بھی زیادہ شدید جرم ہے کہ اس میں انکار بھی ہے اور مخالفت بھی۔ صاحب مشکوٰۃ لکھتے ہیں کہ جب فرعون اور اس کا لشکر غرق دریا ہو گیا تو ایک کنارے پر حضرت موسیٰؑ کھڑے ملاحظہ فرما رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ وہ مسخرہ کنارے پر کھڑا ہے اور غرق ہونے سے بچ گیا ہے آپؑ نے عرض کیا بار الٰہا میں اس کی توہین سے پریشان تھا آپ نے اسے چھوڑ دیا تو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا اسے چھوڑا نہیں گیا اس کو علیحدہ سے سزا ملے گی لیکن چونکہ اس نے حلیہ آپ جیسا بنا رکھا تھا تو میری غیرت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ آپ کی نقل والے حلیے سمیت اسے فرعون کے ساتھ غرق کرتا حلیہ تو اس نے میرے نبیؑ کا ہی بنا رکھا تھا خواہ نقلی تھا اس واقعے سے وہ مشابہت اختیار کرنے کی اہمیت بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جو جس سے متاثر ہوتا ہے جسے پسند کرتا ہے اُس کی مشابہت اختیار کرتا ہے کوئی نیک لوگوں کو پسند کرتا ہے اسکے ذہن میں نیکی اور اچھائی کی عظمت ہوتو وہ ان جیسی مشابہت اپناتا ہے جو شخص بد معاشوں کو پسند کرتا ہے وہ انکی مشابہت اختیار کر لیتا ہے ان کے سٹائل اپناتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے شخص کے دل میں بد معاشی کی رغبت ہے اس میں وہ اپنی بڑائی محسوس کرتا ہے کہ لوگ اس سے ڈریں یہی حال عقائد و کردار کے ساتھ ہے۔

آپ کے سوال کی وضاحت ہوگئی جب ہماری طلب الٰہی خالص ہو تو شیخ سے رشتہ مخلصانہ رہتا ہے یہ رشتہ پختہ ہو تو برکات نصیب رہتی ہیں۔ برزخ اسی زندگی کا پرتو ہے جو نعمتیں یہاں نصیب ہیں وہ وہاں بھی نصیب ہوں گی جو یہاں نصیب نہیں مرنے کے بعد کیسے ہوں گی؟ سو اگر کوئی برزخ میں بھی یہ رشتہ بحال رکھنا چاہتا ہے تو اسے زندگی میں بڑا مخلصانہ تعلق رکھنا ہوگا یہ لازمی ہے اور بے حد ضروری۔ اللہ کریم سمجھ دے، توفیق دے خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین

حقیقی شعور اللہ کی پہچان ہے

کافروں کا بھی یہ حال ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو استعمال تو کرتے ہیں لیکن اتنے بے وقوف ہیں کہ خود اللہ کو پہچان نہیں پاتے۔ آپ کسی جانور کو عقل مند نہیں کہتے حالانکہ وہ گھاس چرنے والا ہے تو اس میں اتنا شعور ہے کہ وہ گھاس میں سے اچھی بُری کی تمیز رکھتا ہے اور اچھی اچھی دیکھ کر چرتا ہے زندگی کے سارے کام ہر جانور انجام دیتا ہے' گھر بناتا ہے' بچے پیدا کرتا ہے' بچے پالتا ہے لیکن آپ کسی جانور کو عقل مند نہیں کہتے' دانشور نہیں کہتے۔ کیوں نہیں کہتے؟ زندگی تو وہ بھی گزار رہا ہے اور بڑے بڑے عجیب کام کرتا ہے اب آپ ایک مکڑی کا جالا ہی دیکھ لیں کہ وہ کس ترتیب سے اور کس انداز سے اُسے بنتی ہے' اس پہ کتنی محنت کرتی ہے لیکن اسے عقل مند نہیں کہا جاتا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ چیز اس کی فطرت میں ہے فطرت نے اسے سمجھا دیا لیکن اس کو خود یہ شعور نہیں کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا' سب فطری طور پر کرتے ہیں اسی طرح زندگی گزارنا بھی انسانی فطرت ہے' خوراک تلاش کرنا گھر بنانا' سواری بنانا یہ انسانی فطرت کے کام ہیں عقل و شعور تو وہاں سے شروع ہوتا ہے جب انسان اسباب کو دیکھ کر مسبب الاسباب کی طرف چل پڑتا ہے۔ شعور کی' دانش اور عقل کی بات یہ ہے کہ اسباب کو دیکھ کر وہ غور و فکر کرے۔ آخر انسان ہے اللہ نے اسے شعور دیا ہے کہ یہ اسباب از خود تو پیدا نہیں ہو گئے۔ کس نے پیدا کئے ہیں اور وہ پیدا کرنے والا کون ہے؟ پھر اسے اندازہ ہو کہ اس کی کتنی نعمتیں ہیں مجھ پر' اس نے مجھے کتنی آسانیاں دی ہیں اور میرے لئے کتنی چیزیں پیدا فرمائی ہیں وہ اسباب کے خالق کو' پیدا کرنے والے کو جان لے۔ پھر اس کے اپنے وجود میں جتنی صلاحیتیں ہیں وہ بھی اس کی طرف اشارہ کرتی ہیں جس نے اسے تخلیق فرمایا۔ اب اس کے باوجود بھی وہ اس طرح نہیں چلتا تو فرمایا پھر ان میں عقل نہیں ہے' بے وقوف ہیں' ان میں شعور نہیں ہے۔

ماخوذ از ''اکرم التفاسیر'' جلد دوئم

تعاون

احمد دین ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف پی سی یارن

پُل کوریاں' سمندری روڈ فیصل آباد فون 2-041-2667571

انقلاب اور کتابِ انقلاب

ڈاکٹر غلام فرید بھٹی

تعارف

پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا لیکن ۵۰ سال گزر جانے کے باوجود ہمارا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوا۔ اس میں کچھ دشمنوں کی سازشوں کا حصہ ہے اور کچھ ہماری اپنی کوتاہیوں کا دخل ہے بے شک مسلمان باعلم ہوکر پوری دنیا کے امام اور رہنما قرار پائے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دینی اور دنیاوی ہر نعمت سے نوازا۔ اُس دور میں دنیا بھر کی عظیم سلطنتیں مسلمانوں کے قدموں میں ڈھیر ہوگئیں اور جلد ہی دنیا بھر کے خزانے مسلمانوں کے تصرف میں آ گئے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے مسلمان علاقوں میں قائم تعلیمی مراکز نے اپنا ایک نام اور مقام پیدا کرلیا اور جلد ہی علم کی روشنی کی شعائیں غیر مسلم علاقوں میں پھیلنے لگیں اور مسلمان پوری دنیا میں علمی، اقتصادی، معاشرتی اور انتظامی نقطہ نظر سے دنیا کے امام قرار پائے۔

یہ انقلاب ''الکتاب''، یعنی قرآن مجید کے مطالعے اور حضور نبی کریم ﷺ کے قول اور فعل پر عمل پیرا ہونے سے شروع ہوا پھر اپنے ہی حکمرانوں کی عیاشیوں، خود غرضیوں اور دشمنوں کی سازشوں کی بنا پر مسلمان دنیا بھر میں روبہ زوال ہوگئے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنے کھوئے ہوئے وقار کو دوبارہ حاصل کریں تو ہمیں مسلمانوں کے اس عروج وزوال کی داستان کا تجزیہ کرنے کے لئے ایک تحقیقی ادارے کی ضرورت ہے اس کے بغیر ہمارا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوگا اس تحقیقی ادارے میں چند ایک ایسے مخلص مسلمان جمع کئے جائیں جو اس تحقیق پر اپنی ساری عمر کھپا دیں۔ اس ادارے کا فرض ہوگا کہ اپنے محققین کی جملہ دنیاوی اور علمی ضروریات کی تکمیل کے لئے وافر وسائل کا بندوبست کرے۔

یورپ میں صنعتی ترقی کے بعد خام مال کے حصول اور اپنی صنعتی مصنوعات کی کھپت کے لئے منڈیوں کی تلاش میں ان صنعت کاروں اور سرمایہ داروں نے غیر یورپی ممالک کا رخ کیا۔ چونکہ ان تمام ممالک میں کم وبیش ہر جگہ مسلمان ہی حکمران تھے اس لئے مسابقت میں ہر جگہ اُن کا پہلا مقابلہ مسلمانوں سے ہی ہوا۔ ایشیا اور افریقہ کے بیشتر علاقوں میں مسلمان حکمرانی کررہے تھے لہٰذا سب سے پہلے سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کے لئے جنگ عظیم اول اور دوئم کا تانا بانا بنا گیا اور برصغیر ہندوپاک میں ایسٹ انڈیا تجارتی کمپنی کے نام پر سازشوں کا آغاز کیا گیا۔

ان جنگوں کے نتیجے میں استعمال طاقتوں نے سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ کردیا اور پوری اسلامی دنیا کو چھوٹی چھوٹی مملکتوں میں تقسیم کرکے اُن پر قبضہ کرلیا اور پھر ان علاقوں کو اپنی کالونیاں سمجھتے ہوئے ان کے خام مال اور مالی مسائل سے استفادہ کرنے لگے۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہمارے تحقیقی ادارے اس بات کا تجزیہ کریں کہ غیر مسلم لیگ یورپی اقوام کس طرح مسلمانوں کے خلاف ان سازشوں میں کامیاب ہوئیں اور ہمارے مسلمان حکمران کیوں بروقت ان سازشوں کا ادراک اور تدارک نہ کرسکے۔

اپنی کالونیاں قائم کرنے کے بعد استعماری طاقتوں نے ہر جگہ کم وبیش ایک ہی جیسی پالیسی نافذ کی۔ ہمارا تعلق چونکہ برصغیر ہندوپاک سے ہے لہٰذا مندرجہ ذیل بحث میں ہم اسی علاقے کے معروضی حالات زیر بحث لائیں گے لیکن بلاشبہ یہ مباحث تھوڑا بہت ترمیم واضافہ کے بعد غیر ہندوستانی علاقوں پر جو استعماری طاقتوں کے زیر قبضہ رہے نافذ العمل سمجھے جاسکتے ہیں۔

ہندوستان میں ہماری قسمت کے سیاہ دور کا آغاز ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی

میں مسلمانوں کی شکست کے بعد شروع ہوتا ہے سلطنت مغلیہ کے خاتمے کے بعد پورے ہندوستان پر انگریز قابض ہو گئے۔ کہیں اُن کا تسلط بلا واسطہ قائم ہو گیا اور کہیں بالواسطہ لیکن عملی طور پر وہ پورے ہندوستان کے سیاہ و سفید کے مالک بن گئے اور پورا ہندوستان اُن کی سرکاری پالیسیوں کے زیر اثر آ گیا۔

فوری طور پر یا مختلف مراحل میں بتدریج مسلمانوں کے خلاف جو سرکاری پالیسی وضع کی گئی اور اس پالیسی کے خلاف مسلمانوں نے جو ردِعمل ظاہر کیا اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

سرکاری اقدامات

1-۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے فوری بعد انگریزوں نے کم وبیش پورے ہندوستان پر قبضہ کر لیا اور اس طرح سلطنت مغلیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ آخری مغل شہنشاہ کو معزول کر دیا گیا۔

2- بے شمار علمائے کرام کو گرفتار کر کے اُن کو گولی ماردی گئی یا پھانسی دے دی گئی بعض علمائے کرام کو جزائر انڈیمان بھجوا دیا گیا جہاں وہ نامساعد حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے اسی جہان فانی سے کوچ کر گئے۔

3- شرعی عدالتی نظام کا خاتمہ کر کے اسکی جگہ برطانوی لادینی عدالتی نظام قائم کر دیا گیا اس طرح عدالتوں سے وابستہ بے شمار علمائے کرام کو بے روزگار کر دیا گیا۔

4- تمام دینی سرکاری اداروں سے وابستہ جاگیروں کو سرکاری طور پر ضبط کر لیا گیا ان کی سرکاری مالی امداد ختم کر دی گئی۔ اساتذہ کی تنخواہیں سرکاری طور پر طلباء کے لئے درسی کتب کی فراہمی' طلباء کے لئے سرکاری وظائف اور مفت قیام وطعام کی سرکاری مراعات ختم کر دی گئیں۔

5- بعد میں چند ایک برائے نام دینی مدارس کے علاوہ اکثر مدارس کو سرکاری طور پر ختم کر دیا گیا۔

6- دینی مدارس کی جگہ لادینی سرکاری سکول' کالج اور یونیورسٹیاں قائم کی گئیں اور سرکاری ملازمتوں کیلئے ان مدارس سے حصول تعلیم کو لازمی قرار دے دیا گیا۔

7- سرکاری ملازمتوں کے لئے مسلمانوں کی بجائے غیر مسلموں کو ترجیح دی گئی

8- کسی سرکاری ضرورت کے تحت اگر مشرقی علوم کے ماہر اساتذہ کو ملازمت دی گئی تو ان کی تنخواہیں سرکاری انگریزی اداروں سے پڑھے ہوئے اساتذہ کی نسبت بے حد کم رکھی گئی تا کہ ان علوم کے حصول کی حوصلہ شکنی ہو۔

9- فوج اور سول انتظامیہ میں اعلیٰ ملازمتوں کے لئے مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کی گئی اور غیر مسلموں کو ترجیح دی گئی۔

10- تعلیم اور وسائل روزگار سے محروم کر کے مسلمانوں کو معاشرتی طور پر مفلوج' مفلس اور غیر موثر بنا دیا گیا۔

11- ہر سطح پر قرآن' حدیث اور دیگر مذہبی علوم کا مطالعہ معاشرے کی ہر سطح کے لئے غیر ضروری اور غیر موثر بنا دیا گیا۔

سرکاری اقدامات کے اثرات اور مسلمانوں کا رد عمل

1- اکثر دینی ذخیرہ علوم کو تلف کر دیا گیا جو بچ گیا نوجوان مسلمان نسل کو عربی اور فارسی زبانوں سے محروم کر کے اُس ذخیرہ علوم کو ناقابل رسائی اور ناقابل استفادہ بنا دیا گیا۔

2- مسلمانوں نے انگریزی تعلیمی اداروں نیز سول اور فوج کی سرکاری ملازمتوں کا بائیکاٹ کر دیا اس سلسلہ میں اُس وقت کے معروضی حالات کے مطابق بعض علمائے کرام نے ان سرکاری ملازمتوں کے خلاف فتوے دیے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرکاری ملازمتوں میں لادینی عناصر کی بھرمار ہو گئی۔ پاکستان بننے کے بعد جو سول اور فوجی انتظامیہ معرض وجود میں آئی وہ اسلام سے نابلد' متنفر اور بے راز تھی۔ پاکستان بننے کے بعد بھی بعض دینی جماعتوں نے نئی پاکستانی حکومت کے تحت بھی سرکاری ملازمتوں کے حصول کے خلاف فتوے دیے نتیجے کے طور پر پاکستان بننے کے بعد حکومت اور دینی جماعتوں کے درمیان نفرت کی ایک خلیج حائل ہو گئی جو

پچاس سال گزرنے کے بعد بھی آج تک قائم ہے۔

3- ردِعمل کے طور پر مسلمانوں نے نجی سطح پر اپنے چند دینی مدارس قائم کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے لئے چونکہ سرکاری مراعات نہ ہونے کے برابر تھیں لہٰذا یہ مدارس مسلمانوں کے عطیات' صدقات' زکوۃ اور چرم ہائے قربانی کے رحم وکرم پر تھے۔ مالی وسائل کی کمی کے باعث یہ دینی مدارس کسی جدید علمی ادارے کا مقابلہ نہ کر سکے کہ ان اداروں کے طلباء حصول علم کے بعد کسی سرکاری ملازمت کے لئے مقابلہ بازی میں آ سکیں۔

4- حصول علم کے بعد ان اداروں کے فارغ التحصیل طلباء کے لئے حصول ملازمت کے لئے دینی مدارس میں اساتذہ اور مساجد میں خادم' امام مسجد اور خطیب کیعلاوہ اورکوئی چارہ کار نہ رہا۔

5- ان اداروں سے فارغ التحصیل طلباء کو روزگار دلانے کے لئے نجی سطح پر شہر کے مختلف محلوں اور بستیوں میں متعدد دینی مدارس اور مساجد کو کھولنا پڑا۔ اس سے محلے کے وسائل پر شدید دباؤ پڑا کم وبیش ہر دینی تعلیمی ادارے نے زیادہ سے زیادہ مقامی وسائل کو حاصل کرنے کے لئے فرقہ واریت کو جنم دیا۔

اس کے علاوہ پاکستان بننے سے پہلے انگریز اور پاکستان بننے کے بعد اُن کے لادینی سرکاری ایجنٹوں کی سیاسی ضرورت نے فرقہ واریت کو سرکاری طور پر ہوا دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری دینی جماعتیں اسلام کے نام پر آج آپس میں شیروشکر ہونے کی بجائے فرقہ وارانہ بنیادوں پر ایک دوسرے سے شدید نفرت کرتی ہیں۔

6- اسی فرقہ وارانہ مسابقت اور نفرت کی وجہ سے وہ قومی انتخابات میں کبھی بھی اسلام کے نام پر ایک پلیٹ فارم پر اکٹھی نہ ہوسکیں بلکہ ہر دفعہ ہر دینی جماعت فرقہ وارانہ بنیادوں پر اپنے ووٹوں کو تقسیم کر کے اپنے مقابلے آئے ہوئے لادینی عناصر کو کامیاب کروا کر اسلام کی ہزیمت اور رسوائی کا باعث بنتی ہے اور افسوس کہ ایسا کر کے وہ فخر بھی محسوس کرتی ہے۔

7- کم وبیش ہمارے تمام دینی مدارس فرقہ وارانہ بنیادوں پر چل کر فرقہ سازی اور مسلمانوں میں باہمی نفرت پیدا کرنے کے لئے سرکاری فیکٹریوں کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

8- ہماری دینی سیاسی جماعتوں نے انہی بنیادوں پر تعلیمی اداروں میں طلبا تنظیمیں قائم کر کے ہماری نوجوان نسل میں اسلام سے محبت کی بجائے فرقہ وارانہ نفرت کو جنم دینا شروع کر دیا ہے۔

9- اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ہمارے طلباء کے ہاتھوں میں کتاب کی بجائے کلاشنکوف آ گئی ہے ہمارے تعلیمی ادارے جو کبھی علم کی شعاعوں سے منور تھے آج کلاشنکوف کی گولیوں کی بوچھاڑ سے رونق افروز ہیں۔

10- کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج ہر تعلیمی ادارے میں ہر طلباء انجمن کا ہر رکن اگرچہ اسلام کا نام لیتا ہے اور اپنے چہرے کو بظاہر باریش بنائے ہوئے ہے لیکن اُن کے دل عداوتوں' کدورتوں ،نفرتوں اور فرقہ وارانہ عصبیتوں سے سیاہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے مسلمان طلبا بھائیوں کے خون کا پیاسا ہے۔ یہ کس قسم کا اسلام ہے جو ہم دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اس پر طرہ یہ ہے کہ ایسی طلباء تنظیموں کے سب سے بڑے پشت پناہ اپنے آپ کو دینی راہنما کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

صورتحال سے نبٹنے کے لئے چند مفید تجاویز

اس پس منظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ موجودہ صورتحال محض مقامی نوعیت کی نہیں ہے اس وقت پوری دنیا کی حیثیت ایک عالمگیر گاؤں Global Village کی ہے ذرائع ابلاغ اور ذرائع مواصلات اس قدر جدید اور ترقی یافتہ ہوگئے ہیں کہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں ہونے والے واقعہ کی تفصیلات چند لمحوں میں پوری دنیا میں پہنچائی جاسکتی ہیں۔

نیویارک میں صدر امریکہ کی ہونے والی تقریر ایک ہی وقت میں پوری دنیا میں سنی جاسکتی ہے ہر ملک میں ہونے والے مقامی واقعات اور حالات کو بین الاقوامی قوتیں جب چاہیں متاثر کرسکتی ہیں۔

ان حالات کی روشنی میں ہمیں مقامی طور پر کچھ کرنے سے پہلے بین

الاقوامی حالات وواقعات اوران واقعات کے پس منظر میں کارفرما قوتوں کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا۔

اس وقت پوری دنیا اقوام متحدہ کے تابع ہے اقوام متحدہ اپنی سکیورٹی کونسل کے تابع ہے اس کونسل میں شامل چند ترقی یافتہ ممالک اقوام متحدہ کے نام پر پوری دنیا پر حکومت کر رہے ہیں کسی چھوٹے ملک کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ سکیورٹی کونسل میں شامل ممالک کی مرضی کے خلاف اپنے ملک میں کچھ کر سکے۔ بدقسمتی سے اقوام متحدہ کا پورا ادارہ اوراس کی سکیورٹی کونسل میں شامل تمام مستقل ترقی یافتہ ممالک بین الاقوامی یہودی قوتوں کے طابع ہیں امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور جرمنی جیسے ممالک میں بھی اتنا دم خم نہیں ہے کہ وہ بین الاقوامی یہودی مفادات کے خلاف کچھ کر سکیں۔

دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ، خبر رساں ایجنسیاں، طباعتی ادارے، اخبارات، رسالے، تجارت، معیشت اور سیاست بین الاقوامی یہودی قوتوں کے زیر اثر ہیں۔ بلاشبہ یہ بات یہودیوں کی ذہانت، محنت، منصوبہ بندی اور جدید علوم پر دسترس کی مرہون منت ہے انہوں نے دنیا بھر میں یہ کنٹرول اپنے علم اور محنت کی بدولت ہی حاصل کیا ہے۔

اسلامی انقلاب کے نقطہ نظر سے جب ہم بات کرتے ہیں تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ اسلام کے خلاف کام کرنے والی قوتوں میں پہلے کی طرح بدستور اب بھی عیسائی، یہودی، مشرکین، ملحدین اور ہر اسلامی ملک میں موجود منافقین کی جماعت ہے۔ حضور کے زمانے میں بھی اسلام کی مخالفت میں پیش پیش یہی قوتیں تھیں۔

مقامی طور پر مخالفین کی صورت میں جو قوتیں کام کر رہی ہیں ان میں سیاست دانوں کے رنگ میں زمیندار اور جاگیردار، انگریزی سکولوں میں پڑھے ہوئے لادینی اور مغربی نظریات کے دلدادہ سول اور فوجی اعلیٰ افسران ہیں ہمارے دینی مدارس سے فارغ التحصیل جدید علوم سے نابلد طلبا نہ ہی کامیاب سیاست دان بنتے ہیں اور نہ ہی وہ سول یا فوجی اعلیٰ عہدوں کے لئے اہل تصور کئے جاتے ہیں۔

بین الاقوامی سطح پر خلاف اسلام سرگرم قوتیں کسی بھی اسلامی ملک کو علمی، صنعتی اقتصادی، حربی اور سیاسی طور پر ترقی یافتہ دیکھنے کے حق میں نہیں ہیں۔ بین الاقوامی مالیاتی اداروں کی وضع کردہ پالیسیاں اگرچہ بظاہر غربت کے خاتمے اور اقتصادی خودکفالت کے حصول پر مبنی ہیں لیکن ان پالیسیوں کے اثرات غربت میں زیادتی اقتصادی بدحالی اور بین الاقوامی مالیاتی اداروں پر مزید انحصار کی طرف رواں دواں ہیں۔

اسلام کے خاتمے کے لئے جو ایک انتہائی موثر متبادل نظام بین الاقوامی قوتوں نے وضع کیا ہے اُس کا نام جمہوریت ہے اسلام کا مطلب ہے خواہشات نفسانی کو اللہ کی مرضی کے طابع کر دینا۔ جمہوریت کا مطلب ہے کہ اللہ کی مرضی کو خواہشات نفسانی کے تابع کر دینا۔

اُس وقت کس قدر حیرانگی ہوتی ہے جب ہمارے علمائے کرام بھی کہتے ہیں کہ ہم اسلام کو جمہوریت کی مدد سے لائیں گے اگر بین الاقوامی مفکرین کے نزدیک اسلام جمہوریت کے ذریعہ لانا مقصود یا ممکن ہوتا تو پھر آپ ترکی اور الجزائر میں وہ کچھ نہ دیکھتے جو کچھ آپ نے ماضی قریب میں دیکھا

۔

اللہ تو کہتا ہے کہ اے نبی آپ اسلام کو مکمل طور پر نافذ کر دیں چاہے یہ بات کافروں کو کتنی ہی ناگوار گزرے۔ جبکہ جمہوریت یہ کہتی ہے کہ آپ اسلام کو اُس وقت تک نافذ نہ کریں جب تک اسلام کافروں کو ناگوار گزرتا رہے۔ یعنی جب تک کافر اسلامی نظام کا خود ہی مطالبہ نہ کر دیں اُس وقت تک جمہوری نظام کے تحت آپ اسلام کو کافروں پر نافذ نہ کریں کس قدر تضاد ہے دونوں نظام ہائے زندگی میں۔

ایک اچھی طرح سے قائم شدہ اسلامی نظام کی اکھاڑ پچھاڑ کر کے اُسے اس سطح پر پہنچا دینا کہ مسلمان بے چارہ ساری دنیا میں اپنا منہ چھپاتا پھرے یقیناً خلاف اسلام قوتوں کی علمی برتری اور بہتر منصوبہ بندی کی عکاسی کرتا ہے۔ مندرجہ بالا سطور کو پیش نظر رکھتے ہوئے پاکستان میں بالخصوص اور باقی اسلامی دنیا میں بالعموم اسلامی انقلاب لانے کیلئے اس کی راہیں متعین کرنا تو دور کی بات ہے صرف اسلام کا نام لینا بھی ایک مشکل کام نظر آتا ہے۔ تاہم تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کا رعب اور دبدبہ اُس وقت تک قائم

نہیں ہوا جب تک اسلام کے جان نثاروں نے اپنے وقت کی دو مضبوط ترین قوتوں یعنی سلطنت روم اور سلطنت ایران سے ٹکر لیکر قیصر و کسریٰ کے غرور کو خاک میں نہیں ملا دیا۔

بالکل اسی طرح اگر آج ہم اپنے ملک میں اسلامی انقلاب لانا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی مقامی حالات کو تبدیل کرنے کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کی بین الاقوامی سپر پاور سے ٹکر لینا ہوگی اس کے بغیر پاکستان یا باقی اسلامی دنیا میں اسلامی انقلاب لانے کا خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔

مقامی اور بین الاقوامی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلامی انقلاب کی عمارت کی مکمل تعمیر کے لئے کہیں نہ کہیں خشت اول تو آخر رکھنا ہی ہوگی۔

اس مقصد کے حصول کے لئے مندرجہ ذیل تجاویز پیش خدمت ہیں۔

1- مقامی طور پر ایک ایسے علمی اور تحقیقی ادارے کا قیام نہایت ضروری ہے جو اسلام کے خلاف ہونے والی مقامی اور بین الاقوامی سازشوں کا مطالعہ اور تجزیہ کر کے ان سازشوں کے توڑ کے لئے مستقل طور پر تجاویز پیش کرتا رہے۔

2- اسی ادارے کا ایک شعبہ ایسا ہو جو مختلف طریقوں سے ادارے کے مالی وسائل کے حصول کے لئے منصوبہ بندی کرے۔

3- اس ادارے کا ایک شعبہ ایسا ہو جو مختلف تعلیمی اداروں میں طلبا کی غیر فرقہ وارانہ اور غیر سیاسی طور پر اسلامی تعلیم و تربیت کرے۔

4- اسی ادارے کا ایک شعبہ ایسا ہو جو پورے ملک میں اسلامی ذہن رکھنے والے لیکن ذہین ترین طلبا کے مکمل کوائف اپنے پاس محفوظ کرے بعد میں ان طلبا کو ملک میں موجود مختلف ایسے اداروں میں جو پبلک سروس کمیشن اور فوجی سروس کمیشن کے ذریعے بھرتی کے لئے قائم ہیں ادارے کے خرچ پر بھجوا کر ان کی تعلیم و تربیت کر کے سول اور آرمی سروس کمیشن کے ذریعے بھرتی کے لئے تیار کیا جائے تاکہ ملک کی مسلح افواج اور سول انتظامیہ میں اسلامی ذہن رکھنے والے افسران کا داخلہ ممکن بنایا جائے۔

5- دینی اداروں میں ایسے مضامین کا اجراء کیا جائے کہ ان اداروں سے فارغ التحصیل طلبا قومی سول اور فوجی پبلک سروس کمیشن کے ذریعے بھرتی کے لئے پیش ہونے کے اہل ہو جائیں۔

6- عالمی مالیتی ادارے جیسے ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف وغیرہ سُودی نظام کے ذریعے پوری دنیا میں قرضوں کی صورت میں سرمایہ کاری کر رہے ہیں اور قرضہ دیتے وقت ایسی شرائط پیش کرتے ہیں جو قرضہ لینے والے ممالک کو ساری عمر اقتصادی خود کفالت کی منزل تک نہیں پہنچنے دیتے۔

ان اداروں کی سازشوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے مقامی سطح پر ہمیں ایسے اقتصادی ماہرین کی ضرورت ہے جو ہمیشہ ہمارے قومی مالی وسائل کے اندر رہتے ہوئے قومی بجٹ بنائیں اور قرضوں کی لعنت سے اس ملک کو ہمیشہ کے لئے نجات دلائیں۔

7- بین الاقوامی خبر رساں ایجنسیاں مسلمان ممالک کو مختلف مسائل میں الجھا کر آپس میں لڑانے میں مصروف ہیں تاکہ اسلحہ بنانے والے اداروں کا اسلحہ بک سکے یہ ایجنسیاں اور اسلحہ بنانے والے ادارے اس وقت بین الاقوامی یہودی قوتوں کے کنٹرول میں ہیں مسلم ممالک کو اپنی بین الاقوامی خبر رساں ایجنسیاں قائم کرنی چاہئے تاکہ مسلم ممالک کے مسائل کے حل میں یہ اہم کردار ادا کر سکیں۔

8- مسلم دنیا کو خوراک، دفاع اور اعلیٰ تعلیمی اداروں کے قیام میں جلد سے جلد خود کفیل بننا چاہئے تاکہ اس سلسلہ میں ہم بین الاقوامی سازشوں سے نجات حاصل کر لیں۔

9- مسلم دنیا کو اپنے مالی وسائل مجتمع کر کے اسلامی دنیا کی تعمیر و ترقی کے لئے مشترکہ منصوبہ بندی کرنا چاہیے۔

10- ہمیں ملکی اور بین الاقوامی جدید ذرائع ابلاغ کی طرف خصوصی توجہ دینا چاہئے اور ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اسلام کی اشاعت کے لئے ان ذرائع ابلاغ سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔

11- ہمیں مقامی اور بین الاقوامی تمام اسلامی تحریکوں کو آپس میں مربوط کر لینا چاہیے تاکہ مشترکہ اور مربوط اسلامی منصوبہ بندی میں آسانی پیدا ہو سکے۔

..................☆☆☆☆

مومن کی دعا کبھی رد نہیں جاتی

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مومن کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی لیکن قبولیت کے انداز اپنے ہیں، کبھی تو جو وہ مانگتا ہے وہی دے دیتا ہے کبھی یہ ہوتا ہے کہ جو مانگتا ہے، دیتا وہی ہے لیکن اس میں وقفہ آجاتا ہے کیونکہ وہ بہتر جانتا ہے کہ کونسی چیز اسے کب دینی ہے جس طرح ماں چاہتی ہے کہ بچہ جو مانگے، وہ اسے دے دوں لیکن کبھی وہ کہتی ہے کہ یہ تھوڑی دیر بعد ملنا چاہیے کبھی یہ ہوتا ہے کہ جو ہم مانگ رہے ہوتے ہیں وہ ہمارے لئے نقصان دہ ہوتا ہے جیسے بچہ چاقو مانگ رہا ہے تو ماں اس کی بجائے کوئی اور خوش نما چیز دے دیتی ہے اللہ کریم اس دعا کو رد نہیں کرتے بلکہ اس کے بدلے ہمیں بہتر چیز دے دیتے ہیں پھر فرمایا اگر دنیا میں اسے کچھ بھی نہ ملے تو اللہ اس دعا کو اپنے خزانہ خاص میں رکھتا ہے جس کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جب حشر کا میدان ہوگا اعمال تولے جائیں گے فرشتے عرض کریں گے بار الٰہا ہم نے فلاں ابن فلاں کے اعمال تول لئے۔ اللہ کریم فرمائے گا نہیں، سارے نہیں، اس کے کچھ اعمال میرے پاس بھی امانت ہیں۔ اس نے دنیا میں دعائیں کی تھیں جو اس وقت موزوں نہیں تھیں لیکن میں نے اسے اپنے پاس اس کے آخرت کے خزانے میں جمع کرلیں، وہ بھی لے جاؤ۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اس وقت بڑے بڑے مستجاب الدعوات آرزو کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کوئی دعا قبول نہ ہوتی۔ فرماتے ہیں، جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اللہ سے دعا کرو اللہ مجھے تسمہ دلادے۔ ہر کام کے لئے دعا کرو۔

ماخوذ از ''اکرم التفاسیر'' جلد دوئم

تعاون

اسلم ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف پی سی یارن

پل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 2-041-266757

SAWS, but such action is enough to destroy all good deeds of a whole lifetime. When you shout at the top of your voice 'as-Salaat-o as-Salaam-o 'alaika ya Rasool Ullah' through a loudspeaker, believing that the Holy Prophet-SAWS is himself present, you have indeed wasted the good works of your entire life. Masnoon (adopted in the Sunnah) Darood Shareef have great importance. Just to illustrate, if a person keeps reciting various Awrad throughout the day, they won't benefit him as much as will a single Tasbeeh prescribed by the Shaikh. You can thus imagine the greatness of something endorsed for recitation by the Holy Prophet-SAWS. Therefore, the best Darood Shareef are those proven from the Holy Prophet-SAWS, they are mentioned in Ahadith and are in the hundreds.

Q: 43 You have mentioned in your booklet 'Noor and Bashar', that one Noor (light) is Allah's Personal Noor; other is the Noor that HE created, from which HE made HIS creation of light. Human beings have also received a portion of this Noor according to their status. Kindly explain whether the phrase 'Noor from the Noor of Allah', mentioned in 'Darood-e Taj' is right or wrong?

A: 43 If it is believed that of all the Noor created by Allah-swt, the Holy Prophet-SAWS is the most superior, this exactly is our belief. The term, 'Noor from the Noor of Allah' means that the Holy Prophet-SAWS was created as light by Allah-swt, and after Allah-swt, the light of the Holy Prophet-SAWS is the most superior of all lights existing in the universe. However, if he-SAWS is considered as part of Allah, it will amount to Shirk (polytheism). It depends upon the person reciting this phrase, which meaning he has in mind.

انا للہ وانا الیہ راجعون

درج ذیل احباب اور انکے عزیز واقارب دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔

☆..........ٹوبہ ٹیک سنگھ سے مختار احمد کے والد۔

☆..........اٹک سے عبدالغنی کی ساس۔ ☆..........فیصل آباد کے ساتھی محمد شاہد کی اہلیہ۔

☆..........اٹک سے عبدالرشید کے بڑے بھائی صوبیدار ابراہیم

☆..........بورے والا سے ماسٹر غلام حیدر کی اہلیہ۔

☆..........مردان سے شاہجہان کی ساس۔

☆..........کوہاٹ (توغبالا) سے محمد یوسف کے ماموں اور عبدالواحد کے چچا۔

☆..........کوہاٹ (توغبالا) سے شیر محمد شاہ کی والدہ اور ماموں۔

اللہ تعالی مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے

Gracious that **He** keeps the lamp of **His** guidance shining through the darkness of every age. During these days, **He** has re-ignited the lamp of the Owaisiah Connection. How much light can anyone draw, depends on his desire and kismet!

This is my request as well as my prayer that **Allah** grants you sincere desire. Try to make your desire pure. One may not be loyal to anyone in this world, but one should be loyal at least to **Allah** and his Holy Prophet-SAWS. To err is one thing, but to completely malign your intention is something else. To err is human: one should acknowledge one's mistake, repent and seek **Allah**'s forgiveness. But it is totally unfair to use **Allah**'s name to extract money or to establish one's own greatness or to govern others. It is **Allah**'s favour if someone is assigned a duty, he should realize that his responsibility has increased; he shouldn't try to become a demigod himself. This time is far from the time of the Holy Prophet-SAWS, and there is deterioration in the behaviours of people. We are under a test; only those who trust **Allah** will succeed, while those who remain uncertain will be the losers, because no one can help in this trial except **Allah**. I request you to purify your desire, this is certainly within your control. Make your desire and quest pure, **Allah** will reward you abundantly. I pray that **Allah** grants pure and sincere desire to all and rewards everyone with **His** love and nearness to **Him** as well as the nearness to the Holy Prophet-SAWS. Ameen.

Questions and Answers

Q: 41 Should one recite 'Salaat-o Salaam' (as-Salaat-o as-Salaam-o 'alaika ya Rasool Ullah) or the Darood Shareef of the Silsilah during Maraqbah of Raudha-e Athar?

A: 41 My brother, he can recite any Darood Shareef of his choice, but one thing is certain, no Darood Shareef coined by him can match the greatness of the ones mentioned by the Sunnah. There are many Darood Shareef, mentioned in the books of Seerat, that have been taught by the Holy Prophet-SAWS himself, their words have also been mentioned by him-SAWS. Of these is the one adopted by the Mashaikh of our Silsilah. It contains two Barakah, one from the Sunnah and other from the Mashaikh.

Q: 42 Is it proper to recite 'as-Salaat-o as-Salaam-o 'alaika ya Rasool Ullah'?

A: 42 'As-Salaat-o as-Salaam-o 'alaika ya Rasool Ullah' is one of the Daroods. If a person recites it with the intention that my Darood reaches the Holy Prophet-SAWS, or that the Angels carry it to him-SAWS, there is no harm. The Holy Prophet-SAWS doesn't listen the way Allah listens, nor did he ever claim that he was like Allah. On the other hand, it was his blessed mission to negate such claims. But, if a person believes that the Holy Prophet-SAWS is listening to his recitation as if he-SAWS is physically present, how can he recite it loudly through a loudspeaker? The Holy Quran has forbidden raising of voices above the voice of the Holy Prophet-SAWS. Therefore, it is not just prohibited to speak loudly in front of the Holy Prophet-

Allah has made Hajj an obligatory worship. The Holy Prophet-SAWS has said that the person who performs Hajj even once in his lifetime becomes like a newly born baby - absolved of all sins and evil. The meaning of this absolution is that now he starts treading the path of virtue. People go for Hajj and return as unaffected as if they had gone for a picnic. They go with pomp and show and return with greater pomp and show; they are garlanded, bands play welcome tunes and feasts are arranged as if they have returned after conquering some enemy fort. Exorbitant expenditure is incurred on departure and arrival ceremonies. Hajj has become more of a ritual than worship. Gratitude and humility give way to exhibitionism, and the person becomes even worse than before. Now, people die when they take a medicine once used to revive the dead. Remoteness from the time of the Holy Prophet-SAWS has ushered an era of strange deprivation. There was a time when Kufr, hiding in any corner of the world, trembled due to the greatness of Muslims. Now non-believers kill Muslims for game and sport, like hunting in the jungle; like farmers killing jackals. They drag Muslims out of their homes and just kill them. It is because the gallantry and valour of a Muslim depended on the strength of his relationship with his Holy Prophet Muhammad-SAWS. Our hearts have since broken this relationship, we are left with only rituals without reality, our hollow claims have brought us nothing but shame and disgrace.

If this be the condition of today's people, whom we have tried to reform for twenty or thirty years, what would be the condition of those who have had no such exposure? One of our associates is a somewhat difficult person. He lived in the house of one of my friends who was a judge of the High Court. He neither paid the rent nor vacated the house. Once he shot the judge's dog. The judge felt duly annoyed and came to me complaining, 'He is your student, performs **Allah**'s Zikr and yet he has killed my precious dog!' I told him, 'You should thank **Allah** that he performs Zikr, else he would have shot you instead of the dog!' But, if such is his condition with Zikr, what would it be without Zikr?' If the disease of a sick person is increasing even when he is under medication, what would be his condition if he stops taking the medicine? However, those who are sincere in their desire, are reassured by the Divine promise, '**I** would certainly show **My** Ways to the heart that desires **Me**.'

My brother! Everybody condemns the world, yet covets it at the same time. Everyone, even the scholar and the spiritual leader, highlights its evils yet hankers after it. The disciple donates ten rupees to his Shaikh to buy his prayers to amass a million, while he also has the worldly benefit in his sight. Without exception, everyone decries it, but they are also dying for its attainment. The greed for worldly accomplishments has taken the place of Divine love. The obsession for worldly possessions has taken the place of love for the Holy Prophet-SAWS and the desire to acquire his blessings. While, in actual fact, each drop of water and every grain of food is divinely apportioned, and everybody most certainly gets his share under all circumstances. 'No soul can leave this world before consuming the last drop and grain of its apportioned sustenance.' Nobody consumes anyone else's sustenance, nor can anyone leave his own behind. Yet, everyone is amassing wealth and possessions by every possible means, and is *still* out to snatch anything from each other. What would be the result? The politicians, military rulers and the scholars are looting, all alike. The teachers are receiving their salaries regularly, but don't teach. The shopkeeper sells items of ten rupees worth for fifty rupees. When someone returns from Hajj, people don't ask whether he performed the Hajj rites and rituals properly, they ask him how much gold and merchandise he has brought. All of this is going on **Allah** is so

I remembered a story that Hadhrat[RUA] used to narrate, some of the friends who are sitting here may have heard it too. There was a criminal who had devised a way to escape the law. After every crime, he would escape to the circle of a Sufi saint and stay there as a student. There, he learnt the names of the *Lata'if* and of the *Maraqbat*, obviously with no noble intent, only because he just happened to be there. His crimes continued to grow and he realised that his present hideout wasn't safe anymore, so he fled to another state, where he disguised himself as a Sufi saint and setup a cottage in a jungle on the bank of a river. Gradually, people learnt that a man of God had come to their area, so some of them came to him. He knew the names of the *Lata'if* and of the *Maraqbat* up to *Salik al-Majzubi*, so he put them to **Allah**'s Zikr. Some of his students were blessed with *Salik al-Majzubi* and were also blessed with *Kashf*. They thought, 'We have been blessed with such high stations, let's try to see the spiritual status of our Shaikh, after all, he must be far ahead of us. Let's see how Divine lights descend on his Qalb.' They tried their best, with their maximum spiritual ability, but could observe nothing (because there was hardly anything to observe) and they felt disturbed. One day, they respectfully submitted to their Shaikh, 'We have tried our best but we have not been able to identify your spiritual stations, may we request you to tell us yourself.' Hearing this, he wept and replied, "I cannot understand the Favour of **Allah** and kindness of the Holy Prophet[SAWS]. What to talk of spiritual stations, even my *Lata'if* are not illuminated, I am nothing but a runaway mugger and thief from the next state! I have only disguised myself as a Sufi and had thought that I shall thus keep you falsely occupied, but Prophetic blessings started reaching you directly through your sincere desire. I have no contribution in your excellence; here I am, as empty as I was, ever before!" Hadhrat[RUA] said, there and then did they all raise their hands and humbly supplicated, "O **Allah**! Please do not deprive the person who has brought us to **You**!" In an instant, Divine Grace pulled him up to the highest spiritual stations. Hadhrat[RUA] had narrated this incident many times. Then did I realise that this excellence is related to the desire of the longing heart. '**I** comfort the one who craves for **Me**. **I Myself** bring near a heart that beats with **My** sincere desire.' How beautifully does this incident illustrate the interpretation of this Divine verse! It's been a whole lifetime now. People of eminence, about whom we could never imagine, forgot **Allah**'s Greatness and fell prey to the fallacy of their own grandeur. If one can save only himself, even that is a supreme Divine favour. It is my responsibility to teach **Allah**'s Zikr to everyone who comes, but my trust has been breached so many times that I don't feel like trusting anyone anymore.

Someone wrote to Maulana Ashraf Ali Thanvi, 'I habitually commit a sin of backbiting people. I indulge into this nefarious practice wherever I sit, and feel totally helpless that I cannot get rid of it.' He replied, 'Start highlighting the disadvantages and evil effects of this sin before others and invite them to repentance. Nobody else may accept, but you would surely acquire the strength to leave this evil habit. It will go away.' But now even this formula seems to have lost its effect. How many people go for *Tableegh* (preaching) for forty day, four months or even a year, but return unaffected! A person would neither refrain from telling lies nor from under tipping the scales. He returns with even less virtue than he had carried forth! Even this sure prescription of religious scholars, 'repentance through preaching', seems to be failing now. The Gracious Lord said, 'Surely, Salah prohibits from lewdness and evil', yet apparently, even the most adherent to prayers are sailing in the same boat with the evil doers. Mosques are overflowing at the times of Salah, but does anyone trust a storekeeper who offers prayers regularly? Does he speak the truth? No! Even Salah has not produced any change in him!

reformed themselves, became righteous, acquired religious knowledge from him, but only a select few received the wealth of spiritual beneficence from him.

A vendor used to sell bread. He would preserve his daily leftover stock and sell it for double the price the next day. If he sold the fresh ones at fifty Paisa per bread, he sold the stale ones for a Rupee each. Someone asked him, "Are you crazy? Who would buy stale bread at double the price of fresh?" He replied, "This bread is not stale. It is nearer to the time of the holy Prophet-SAWS, by one full day, than the one you consider fresh. If you think it's stale, don't take it; I would eat it myself." If you take three centuries of *Khair ul-Quroon* out of fourteen centuries, it is after eleven centuries that this wondrous event has repeated itself. Owaisiah Mashaikh have come before also, I have mentioned a dozen; Shah Wali Ullah has mentioned many Salasil in his *al-Intebah fi Salasil Aulia **Allah***. Even that is not complete, because they number in hundreds and cannot be counted. He writes about the Owaisiah Nisbat, "They are strange people. When they disappear, they completely vanish from the surface of the earth. It is as if a flowing river is absorbed by a desert and it just vanishes. But when it springs forth, it inundates the whole area, saturates everything and blossoms everywhere."

It is strange that eleven centuries after *Khair ul-Quroon*, **Allah** granted this blessing to Hadhrat-RUA at the end of the fourteenth century. I have mentioned this fact many times. Some religious scholars have criticised me and have written to me that I aggrandize my Shaikh under the influence of my love and respect for him. I replied, 'Please show me a single person of such eminence in history after the *Taba Taba'in*.' - nobody responded!

It is an historic fact that, once again, **Allah** raised a servant of the Holy Prophet Muhammad-SAWS, who infused spiritual feelings into the hearts of everyone who visited him. He illuminated the heart of every male, female, young, old, educated, illiterate, wealthy and poor, who came to him. This Sunnah was prevalent during the Prophetic era, the time of the Companions and the *Taba'in*. The *Taba' Taba'in* similarly acquired this blessing, but the later generations were not so blessed. If the muggers and robbers of that age were reformed, we the muggers and robbers of this age have also been reformed. If the reformation of the Arabs of that time was a miracle, the reformation of people like me is also a great *Karamah* of the present time, - this is not a small event. Of course, the passage of time and distancing from the Prophetic era has its own effect, and this fact must be recognised. By **Allah**'s Grace I have spent fifty years of my life in this line, this is indeed a long way. I have observed during these fifty years the effects of time and the deterioration in the qualities of men. Some of those students with whom Hadhrat-RUA had worked hard for years and had taken them to high spiritual stations also fell prey to the fallacy of their own greatness and were destroyed. Hadhrat-RUA left this world in 1984 and that was twenty years ago. Leave aside the effect of time and the reduction in the capacity and resolve of men. I have been observing with surprise why some of our students with whom we have worked hard for decades suddenly slip back to zero. I have been trying to figure out the reason, there may be some fault in me; probably, this could be the effect when men like me occupy the seat of *Mashaikh*. Then I remembered that such accidents had happened during the time of Hadhrat-RUA also.

someone has given us in the Name of **Allah**, because the children are hungry since the last two days." "What a white lie!" he shouted, "You are poor enough to devour my money, while rich enough to eat meat!" With this, he snatched the meat and headed home, leaving the destitute family crying with helplessness and hunger. Reaching home, he gave it to his wife to cook, who said, "I'm sure you have again snatched it from someone today." "That is none of your business! Just cook it!" he replied. She put it in the cooking pot, added spice and flavourings, and left it on the stove to brew. After a while, when she opened the lid, she found nothing but puss in the pot. She threw it before him and wailed, "This probably is the last warning from **Allah**! Initially, the meat in the pot has turned into puss, next is the turn of our own flesh. Even this is **His** Mercy that **He** is warning us." That was that! The man melted from inside. Without a word he rose and went straight to Khawajah Hassan Basri. There, he started **Allah**'s Zikr and lost himself in **Allah** and **His** love.

Khawajah Hassan Basri once needed to go to a town across the river and arranged a boat for himself. Meanwhile, his student Habib Ajmi was also going in that direction but he was so absorbed within his Zikr that he walked across the water just as he was walking on land and crossed the river, even the sole of his shoes didn't get wet! People said to Khawajah Hassan Basri, "You are his Shaikh! He didn't need a boat, and the water held him." He replied, "He is intoxicated by the love of **Allah** and is walking under its effect, senseless and totally absorbed. By **Allah**'s grace I have taken much more but I still have my senses. That is the real excellence, no Prophet ever lost his senses. So let him go, but arrange a boat for me."

These were Prophetic lights and blessings that initiated real revolutions, wherever they reached. I forget the name of another Wali, who was the Shaikh of a Silsilah. He was a mugger and robber of such notoriety that his name frightened travelling caravans. Once while he was waiting in ambush, an elderly person was reciting the Quran in the approaching caravan. When the caravan grew near, he heard him recite, *Has that time not come yet when the hearts of believers should humble towards **Allah**'s Zikr*? That was the last moment of his last evil adventure! Leaving everything there, he set out in search of a Shaikh who could teach him **Allah**'s Zikr and ultimately became the Shaikh of a Silsilah. This sure prescription and perfect cure transformed the nomads of Arabia, through their perfect mentor-SAWS, into guides of the whole world. They started curing ailing hearts and reviving dying souls. This excellence persisted during the time of the Companions, the *Taba'in*, and the *Taba' Taba'in*. Even after them, there remained such great people in every era, who initiated revolutions and changed the course of time, but they were very few. The excellence to illuminate the heart of every visitor had ended with the *Taba' Taba'in*.

History bears witness that, in later times, no Shaikh has illuminated the hearts of all his visitors. It is possible that all of his five hundred thousand students were reformed, it is also believable that they acquired religious knowledge, learnt and practised oral Zikr and became noble. However, there may be only five who experienced spiritual feelings, illuminated *Lata'if* and acquired meditations. Gradually, the number of such fortunate people became even fewer. Scan the pages of history of the past fourteen hundred years! The Sufis agree that, Shaikh Abdul Qadir Jilani-RUA is blessed with the highest spiritual status and stations, in the whole Ummah, after the *Taba' Taba'in*. But, how many of his students did he grant the Robe of Permission and how many people derived spiritual beneficence from him? It is correct that innumerable people benefited from him,

ba'i also signifies a complete reformation of life. Western writers and Orientalists are amazed; after all, what did Prophet Muhammad-SAWS do to a nation whose every member believed in individual existence, whose profession, occupation and hobby comprised murder, plunder and arson, a nation that followed no law or rules? How did he mould them into a nation, whose every member was a symbol of sacrifice for others, who became the torchbearers of truth and righteousness, and a formidable force against oppression and evil in the whole world? The only thing the holy Prophet Muhammad-SAWS did was to make them his Companions. Apparently they were the same people, but they had completely changed from within. Those who once mugged others, now derived pleasure in earning and giving to others generously. These blessings were transferred in their completeness to the next era. For that reason the Holy Prophet-SAWS included it in the best of times and graded it the best period after his own. Anyone who sat in the company of any Companion for a few moments became a *Taba'i*. He absorbed those feelings, blessings and lights in his heart that completely reformed his life. The *Taba'in* also distributed this beneficence with the same strength. Anyone finding their company even for a few moments became a *Taba' Taba'i*. He was similarly blessed with the lights and inner feelings of the heart, and each cell of his body started resonating with **Allah**'s Zikr. Each organ of his body including his flesh, skin, bones and blood started remembering **Allah**, his life changed and he became a lighthouse for others, like a star shining in the heavens of guidance. Therefore, all (or a majority of the Salasil of Tasawwuf) originate from Hadhrat Ali-RAU. The reason being that during the golden period of Hadhrat Abu Bakr-RAU every one was a Companion with an illuminated bosom. This situation persisted during the times of Hadhrat Umar Faruq-RAU and Hadhrat Usman-RAU, but after the time of Hadhrat Ali-RAU, not everyone possessed this blessing. After the *Taba' Taba'in*, only some people received this blessing, because the era of its free distribution had ended. Now, everyone wasn't as fortunate; only those who desired and strove for this blessing could acquire it, and subsequently, even fewer acquired it from them. That laid the foundations of the Salasil of Tasawwuf (The Sufi Orders). Prior to this, what was the need to establish these Orders, when everyone was a Zakir with illuminated bosom and thus a Sufi? These Orders were established after the time of the *Taba' Taba'in*, because there were only a few individuals, who longed to acquire these blessings and went over to the company of those who possessed it. But now, company alone couldn't infuse these lights, they had to make an effort to cleanse and polish their hearts. And thus the tale progresses, replete with wondrous incidents depicting the changes in the lives of people.

Habib Ajmi-RUA was a famous saint (Wali), whose name appears in almost every Silsilah after Khawajah Hassan Basri-RUA, and people drew beneficence from him. If you read about his life, he lent money on interest. He was a very hard task master. Any needy soul, who borrowed a small sum from him even once, never got out of his clutches for the remainder of his life, because he would continue multiplying the amount by adding compound interest. His wife always forbade him, 'Your cruelty would destroy us some day. Usury is prohibited in itself, but the oppression and wickedness with which you recover the money is an even greater cruelty. This attitude would surely summon disaster for us.' Once he went to the house of one of his creditors where the husband had died and the poor widow was living with her small children. The family was without food for several days, and a butcher had given her a piece of meat to feed the children. She was beginning to cook when he arrived and harshly demanded the return of his interest. She told him, "Presently we have absolutely nothing in the house, but we would surely return your money when **Allah** gives us." "What is hidden here?" he asked. "That's a piece of meat

Company of the Holy Prophet-SAWS

Address of Shaikh ul Mukarram

Friday, 3rd January 2003

The Holy Prophet-SAWS has said, "Of all of the times that have passed or will come to pass, my time is the best, then of those who follow and then of those who follow." The era of Companions is the time of the Holy Prophet-SAWS, followed by the *Taba'in* and the *Taba' Taba'in*. These three times are known as *Khair ul-Quroon, i.e.*, the best of all times. This indicates that the golden era of the Holy Prophet-SAWS is the best period and after that is the time of the *Taba'in*, although many senior Companions were still alive during that period. They were exemplary human beings, exemplary Muslims of the Holy Quran and the lucky people, who absorbed the lights and blessing directly from the Companions. There is only one link -the Companions- between them and the Holy Prophet-SAWS, still their era cannot compare with the Prophetic time. Similarly, many senior *Taba'in* are found during the period of *Taba' Taba'in*, the lucky group who had only two links between them and the Holy Prophet-SAWS, that of the Companions and the Taba'in, but the Holy Prophet-SAWS has said that their time cannot compare with the time of the *Taba'in*. From here we derive a principle that, as time draws away from the Holy Prophet-SAWS its blessings decrease correspondingly. If you count the first three eras as three centuries, the time has moved away further by twelve hundred years from that blessed period, because it is the fifteenth century now.

The golden era, the first three centuries, also known as *Khair ul Quroon* was indeed a very blessed period. The Companions needed no special effort for the attainment of Prophetic blessings. It required only one glance after accepting the Faith. Either he saw the Holy Prophet-SAWS once, or was seen once by the Holy Prophet-SAWS, the whole process was immediately completed and he instantly became a Companion. Now, someone other than a Companion may undertake constant worship and endeavour, die a million times in the Cause of **Allah**, meditate for a whole lifetime, still he won't become a Companion. Only that person, who received a glance of grace and kindness, could become a Companion. There was no restriction during the Prophetic time that people of a particular gender, social status, affluence or age could become Companions. On the contrary, it was the result of only a single Prophetic glance. Anyone, male or female, rich or poor, young or old, scholar or illiterate, whosoever found that glance was blessed with the level of Companionship. During that period, this blessing was not just being distributed; it was an actual outpouring of blessings. Their lives were reformed because of the company of the Holy Prophet-SAWS. It is not correct that someone became noble first, then made an effort, worshipped, strove hard and finally became a Companion. On the contrary, he became a Companion first, and *then* his whole life changed. It was the question of just one Prophetic glance; it revived the spiritually dead, giving them a quality of life that started stimulating others. Those who were far astray themselves, became the guides of a whole world. The Companions absorbed so much of blessings from a single Prophetic glance that anybody who came to them, even for one moment, became a *Taba'i*. The word *Ta-*